توبہ
انوار علیگی

آج صبح ہی سے میرے دل پر دھواں سا چھایا تھا کچھ عجیب سے
کیفیت تھی دل میں ایک بوجھ سا تھا میرے اندر دور تک ایک سناٹا
اترا ہوا تھا اس سناٹے میں گھٹی گھٹی سی چیخیں سنائی دے رہی تھیں ایک
بے چینی سی تھی الجھن سی تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کچھ ہونے والا
ہے۔

میں صبح جلد اٹھنے کا عادی ہوں مؤذن کی صدا پر آنکھ کھل جاتی ہے فجر کی
نماز پڑھ کر میں آفتاب بینی کے لئے بیٹھ جاتا ہوں اس سے فارغ ہو
کر میں چائے بناتا ہوں اتنے میں اخبار میرے گھر کی چار دیواری
میں آ کر گرتا ہے تب میں اخبار بینی کے لئے بیٹھ جاتا ہوں اخبار پڑھتا

جاتا ہوں اور چائے پیتا جاتا ہوں چائے میں گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا ہوں چائے چار پانچ منٹ میں ختم ہو جاتی ہے لیکن اخبار ختم نہیں ہوتا۔

آج نماز میں بھی دل نہیں لگا اور اب اخبار میں بھی کوئی کشش محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ نظریں اخبار پر تھیں لیکن کیا پڑھ رہا تھا یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا البتہ سیٹھ نبی بخش کے اغوا کی خبر میں نے ضرور دلچسپی سے پڑھی تھی ایسی خبریں میں بڑے غور سے پڑھتا تھا ان خبروں سے میرے اندر کہانیاں جنم لیتی تھیں۔

سیٹھ نبی بخش فجر کی نماز پڑھنے مسجد میں جا رہے تھے کہ ایک گاڑی ان کے نزدیک رکی اس میں سے دو تین آدمی اتر کر باہر آئے اور نبی بخش کو زبردستی گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔

اس خبر کو پڑھ کر میں نے اخبار میز پر ڈال دیا اور ٹانگیں پھیلا کر پورے

اطمینان سے آنکھیں بند کرلیں میں کچھ سوچنا چاہ رہا تھا لیکن دل کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی دھواں سا چھایا ہوا تھا تب میں اغوا کی خبر بھول کر یہ سوچنے لگا کہ میں بے چین کیوں ہوں؟

ابھی میں اس کیفیت کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ گھر کی گھنٹی بجی اس گھنٹی کی آواز نے بیگم کی بھی آنکھیں کھول دیں انہوں نے بیڈ پر لیٹے لیٹے آواز لگائی اجی! سنتے ہو؟

ہاں سنتا ہوں، بہرا نہیں ہوں میں۔ میں نے ذرا مترنم ہو کر جواب دیا۔

یہ صبح ہی صبح کون آگیا دروازے پر؟ انہوں نے پوچھا۔

سسرال سے آیا ہوگا کوئی یا پھر کوئی فقیر ہوگا میں نے تیر چھوڑا۔

کیا اصل میں دونوں ایک ہیں ادھر سے وضاحت چاہی گئی۔

ہاں موت سے پہلے آدمی ان سے نجات پائے کیوں میں نے ہنس کر

وضاحت کی۔

اتنے میں ایک مرتبہ گھنٹی اور بجی۔

جاؤ دیکھو تو، ادھر سے حکم ملا۔

دیکھتا ہوں بابا........دیکھتا ہوں..........بالآخر مجھے اٹھنا ہی پڑا۔

میں بڑے اطمینان سے کرسی سے اٹھا زینہ اترتے اترتے اس بے صبرے نے گھنٹی کے بٹن پر ایک مرتبہ اور انگلی رکھ دی لیکن میں نے بالکل عجلت نہ برتی، مجھے معلوم تھا کہ سسرال سے آنے والا یا مانگنے والا اتنی آسانی سے واپس جانے والا نہیں۔

جب میں نے دروازہ کھولا تو میرا قیاس دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

میرے سامنے ایک خوش پوش نوجوان کھڑا تھا اور یہ سسرال والا تھا نہ مانگنے والا۔

سر آپ کا نام اخلاق احمد ہے اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

جی ہاں میں اخلاق ہوں۔

سر وہ گلی کے موڑ پر ایک گاڑی کھڑی ہے وہ آپ کو بلا رہے ہیں۔

مجھے بلا رہے ہیں؟ میں نے تصدیق چاہی۔

ہاں جی وہ آپ کو بلا رہے ہیں۔

وہ کون؟

سیٹھ اکرم۔

سیٹھ اکرم..........لیکن میں کسی سیٹھ اکرم سے واقف نہیں۔

وہ آپ کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو ذرا چل کر بات کر لیں اس نوجوان نے انتہائی شائستگی سے کہا۔

اچھا ٹھیک ہے چلو۔ میں فوراً اس نوجوان کے ساتھ ہو لیا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون سیٹھ صاحب مجھ سے ملنے آ گئے

میری دوستی کسی سیٹھ سے نہ تھی میں متوسط طبقے کا آدمی تھا اور اپنے جیسے لوگوں سے تعلقات رکھتا تھا یہ سیٹھ اکرم کون تھے اور مجھ سے کیسے واقف تھے یہی سوچتا میں چلا جا رہا تھا کہ گلی کے موڑ پر مجھے ایک شاندار گاڑی کھڑی دکھائی دی۔

میں گاڑی نزدیک پہنچا تو پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک سوٹ پوش شخص نے مجھے مسکرا کر دیکھا میرے ساتھ آنے والے نوجوان نے تیزی سے آگے بڑھ کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا جیسے میں کوئی وی آئی پی ہوں۔

سر اخلاق صاحب، اس نوجوان نے میرے بارے میں بتایا،

آیئے اخلاق صاحب اس شخص نے مجھے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

آپ مجھ سے ملنا چاہتے تھے؟

آپ گاڑی میں آجائیں پھر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔

میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔

پہچان جائیں گے آپ اندر تو تشریف لائیں اس سوٹ پوش شخص نے بڑی ملائمت سے کہا۔

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کروں گاڑی میں بیٹھوں یا سوال جواب کروں اتنے میں اس شخص نے اپنے کوٹ کی جیب سے ہاتھ باہر نکالا اور مجھے دیکھ کر بہت پیار سے مسکرایا اور بولا۔

پلیز اخلاق صاحب اندر آجائیں۔

اس شخص کے ہاتھ میں پستول تھا اور میں اس پستول سے محض دو تین فٹ کے فاصلے پر تھا۔

مجھے بادل ناخواستہ گاڑی میں سوار ہونا پڑا کیونکہ مجھے پیچھے سے بھی دھکیلا گیا تھا اگرچہ یہ دھکا بھی بڑی شائستگی سے دیا گیا تھا جیسے میں شیشے کا برتن ہوں کہیں ٹوٹ نہ جاؤں۔

گلی سنسان پڑی تھی اگر سنسان نہ بھی ہوتی تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا مجھے اغوا ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔

میرے گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی چل دی۔

اب مجھے معلوم ہوا کہ صبح سے میرا دل دھواں دھواں کیوں ہو رہا تھا دل پر کیسا بوجھ تھا میرے اندر دور تک کیسا سناٹا طاری تھا کچھ الجھن سی تھی کچھ ہونے والا تھا جو ہونے والا تھا وہ ہو گیا تھا اور جو ہوا تھا وہ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔

سر مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟ میں نے اس سوٹ پوش شخص سے پوچھا۔

جی فرمائیے۔ اس نے بڑی شائستگی سے کہا اس کی اس شائستگی پر فوراً میرا مرنے کو جی چاہا۔

آپ سیٹھ اکرم ہیں۔ میں نے پوچھا۔

جی نہیں۔ میں ان کا ایک ادنیٰ سا ملازم ہوں اس نے مسکرا کر کہا۔

میرا نام اخلاق احمد ہے یہ تو آپ کو معلوم ہے میں نے تصدیق چاہی۔

جی ہاں معلوم ہے تبھی تو آپ ہمارے ساتھ ہیں اس نے کہا۔

پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں کیا کام کرتا ہوں میں نے مزید وضاحت چاہی۔

ہاں جی یہ بھی معلوم ہے یہ معلوم نہ ہوتا تو ہم آپ کو کیوں اذیت دیتے۔

سر آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میں کوئی سیٹھ قسم کی چیز نہیں ہوں آپ اغوا کر کے میرے لواحقین سے کوئی تاوان وصول نہ کر سکیں گے اور میرے لواحقین میں ہے ہی کون؟ ایک عدد بیوی ہے اسے جب معلوم ہو گا کہ میں اغوا ہو گیا ہوں تو وہ خوش ہو گی، چلو جان چھٹی۔

میری بات سن کر وہ شخص بے اختیار مسکرا اٹھا۔ اپنی چمکتی آنکھوں سے

مجھے دیکھتے ہوئے بولا آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں اخلاق صاحب۔

سر.......! میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے میری بات کاٹ دی۔

اخلاق صاحب! مجھے سر نہ کہیں میں نے عرض کیا نا کہ میں سیٹھ اکرم کا ادنیٰ سا ملازم ہوں میں آپ کا دوست ہوں۔

کوٹ کی جیب میں پستول رکھنے والا میرا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔؟

اس گستاخی کے لئے میں معافی چاہتا ہوں آئندہ میں اس کی نمائش ہرگز نہیں کروں گا یہ میرا وعدہ ہے۔

آپ کا نام کیا ہے۔؟

میرا نام سلامت خان ہے۔

بھائی سلامت آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ مجھے کہاں لیے جا رہے ہیں؟

جی ہاں کیوں نہیں۔ آپ کو سیٹھ اکرم کے پاس لے جایا جا رہا ہے۔

میں کسی سیٹھ اکرم سے واقف نہ تھا یہ شہر سیٹھوں سے بھرا پڑا تھا میں کس

کس سے واقف ہوتا پھر نہ میں بزنس مین تھا نہ ہی میرا تعلق اعلیٰ طبقے سے تھا جہاں میں تھا وہاں سیٹھوں سے واقفیت اخباروں کے ذریعے ہو سکتی تھی اور اخبار میں میں نے آج تک کسی سیٹھ اکرم کا نام نہ پڑھا تھا۔

سیٹھ اکرم کون ہیں میں نے پوچھا۔؟

ارے آپ نہیں جانتے وہ اس شہر کا سب سے بڑا کیمیا گر ہے۔

کیمیا گر؟ میں نے سوالیہ انداز میں دہرایا۔

جی ہاں وہ جس چیز کا ہاتھ لگا دے وہ سونے کی ہو جاتی ہے وہ اس شہر کا ذہین ترین آدمی ہے ایسے ایسے فارمولے ایجاد کرتا ہے کہ لوگ حیرت رہ جاتے ہیں۔

بھائی وہ کوئی سائنس دان قسم کی چیز ہیں انھوں نے کوئی خفیہ لیبارٹری وغیرہ قائم کر رکھی ہے؟ میں نے سوال کیا۔

آپ پریشان نہ ہوں۔اس نے میری بگڑی ہوئی صورت دیکھ کر مجھے تسلی دی۔

ارے پریشان کیسے نہ ہوں مجھے سوئے مقتل لے جاتے ہو اور کہتے ہو پریشان نہ ہو بھائی سلامت! مجھے سائنسی تجربات کے لئے تو استعمال نہیں کیا جائے گا میں خوفزدہ ہورہا تھا بھائی میں دبلا پتلا آدمی ہوں مجھ میں تو زیادہ خون بھی نہیں ہے اس کام کے لئے ذرا کسی موٹے آدمی کو پکڑنا تھا۔

میرے بات سن کر وہ زور سے ہنس پڑا اخلاق صاحب آپ بھی خوب آدمی ہیں،۔

بھائی سلامت اس وقت مجھے اپنی تعریف نہیں وضاحت چاہیے آخر مجھے کس لیے اغوا کیا گیا ہے۔

اخلاق صاحب! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میں آپ کو کسی لیبارٹری میں

نہیں لے جا رہا جہاں آپ پر خدانخواستہ تجربات کیے جائیں میں تو سیٹھ اکرم کی بات کر رہا ہوں کہ وہ زبردست فارمولے ایجاد کرتے ہیں انہی فارمولوں میں سے ایک فارمولا آپ بھی ہیں۔

بھائی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا شاید میرے دماغ پر اثر ہو گیا ہے یا آپ جان بوجھ کر مجھے الجھا رہے ہیں میں نے سنجیدگی سے کہا میں بھلا کس چیز کا فارمولا ہوں؟

دولت بنانے کا، سلامت خان نے بے اختیار کہا۔

ہیں۔ میں نے اسے چونک کر دیکھا۔

ہاں۔ اس نے آنکھیں پھیلا کر مجھے دیکھا۔

اب مجھے پکا یقین ہو گیا تھا کہ آپ لوگوں کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اگر میرے پاس کوئی ایسا فارمولا ہوتا تو میں کب کی اپنے لئے دولت بنا چکا ہوتا۔

ہیرے کی قدر دراصل جوہری جانتا ہے یا وہ ہاتھ جانتے ہیں جو اسے تراشتے ہیں ہیرے بے چارے کو اپنی قدر و قیمت کا کچھ اندازہ نہیں ہوتا وہ خود کو پتھر ہی سمجھتا ہے۔

بھائی سلامت کچھ پڑھے لکھے بھی ہو؟ میں نے پوچھا۔

بس اخلاق صاحب! آپ جیسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر کچھ بولنا آ گیا ہے ورنہ اپنی تعلیم تو واجبی سی ہے۔

بھائی سلامت خدا کے واسطے مجھے سچ سچ بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے میری بیوی بہت پریشان ہو رہی ہوگی پھر میں اصل موضوع پر آ گیا۔

اخلاق صاحب سوری، اس سے زیادہ میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا میری حد مقرر ہے اس حد کو توڑا تو میرے پر جلنے لگیں گے اس نے پھر مجھے ادب کی مار ماری۔

اچھا بھائی تم اپنے پر نہ جلاؤ میں صبر کیے لیتا ہوں میں نے کہا۔

پھر میں نے واقعی صبر کرلیا ایک غریب آدمی کے پاس صبر سے بڑھ کر کوئی ہتھیار نہیں ہوتا میں نے خاموشی اختیار کرلی کہ خاموشی صبر کا دوسرا نام ہے۔

اس شہر میں آئے دن اغوا کی وارداتیں ہوتی رہتی تھیں لیکن اغوا کی ایسی شریفانہ واردات میری نظر سے آج تک نہیں گزری تھی ایسا مہذبانہ رویہ ایسی مودبانہ گفتگو اتنا احترام آخر یہ سب کیا تھا میرا دماغ چکرا رہا تھا۔

سلامت خان کی گفتگو سے اتنا اندازہ تو ہو گیا تھا کہ مجھے کسی غلط فہمی کے نتیجے میں اغوا نہیں کیا گیا بلکہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایسا کیا گیا تھا لیکن باوجود کوشش کے میں اب تک یہ اندازہ نہ کر پایا تھا کہ اغوا کرنے والے مجھ سے کیا کام لینا چاہتے تھے ایک متوسط طبقے کا آدمی سیٹھ اکرم کے بھلا کیا کام آ سکتا تھا۔

بقول سلامت خان میں کوئی ہیرا تھا یہ بات اغوا سے پہلے میری بیوی کو معلوم ہو جاتی تو وہ میرا کب کا سودا کر چکی ہوتی اس کی پوری زندگی مجھے یہ سمجھاتے ہوئے گزر گئی تھی خدا کے واسطے کوئی ڈھنگ کا کام کرو کن خرافات میں پڑے ہو۔

وہ جس چیز کو خرافات سمجھتی تھی میں اسے اعلیٰ وارفع کام سمجھتا تھا اور سمجھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ میں نے آج تک اس کی بات پر کان نہیں دھرے

اب سوچتا ہوں اگر اس کی بات پر کان دھر لیے ہوتے اور کوئی ڈھنگ کا کام اپنا لیا تو شاید اس اغوا کی نوبت نہ آتی۔

میں ابھی انہی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ ہماری گاڑی شہر کے ایک بڑے ہوٹل کے گیٹ میں داخل ہوئی۔

گاڑی سے اترتے ہوئے سلامت خان نے کہا اخلاق صاحب!

آپ سمجھ دار آدمی ہیں یہاں ذرا سمجھ داری کا ثبوت دیجئے گا کوئی ایسا

کام نہ کیجئے گا کہ مجھے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالنا پڑے۔

میں واقعی سمجھ دار آدمی تھا میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے میں نے فرمانبرداری سے اثبات میں گردن ہلائی۔ جی بہتر۔

اس ہوٹل میں ہمارے پاس ایک کمرا ہے وہاں بیٹھ کر چائے پیتے ہیں ابھی آپ نے ناشتا بھی نہیں کیا ہو گا آپ ناشتا کرلیں پھر جیسے ہدایت ملے گی ویسا کریں گے۔

میں نے اس سے یہ نہ پوچھا کہ اسے ہدایت کہاں سے ملے گی کیسے ملے گی اس سے یہ پوچھنا بے کار ہی تھا وہ بھلا کہاں بتاتا ویسے یہ معلوم تھا کہ بس اللہ ہی اسے نیک ہدایت کر سکتا ہے۔

اس بڑے ہوٹل کا کمرا دیکھ کر میری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں اس کی ہر چیز دیکھنے والی تھی میں نے کمرے کا بڑی تنقیدی نظر سے جائزہ لیا سوچا اس اغوا کا کوئی مثبت پہلو تو نکلا میں نے اسی بہانے اس ہوٹل

کے کمرے کو دیکھ لیا ورنہ ایسی جگہوں پر ایک غریب آدمی کا گزر کہاں؟
ناشتے کے بعد سلامت خان نے مجھ سے جانے کی اجازت چاہی بولا اخلاق صاحب اب آپ یہاں کچھ دیر آرام کریں میں ذرا باہر جا رہا ہوں کمرا باہر سے بند کر جاؤں گا امید ہے آپ ہوٹل کی انتظامیہ کو پریشان کرنے کی کوشش نہیں کریں گے ویسے یہ لڑکا یہاں رہے گا آپ کی خدمت کریں گا یہ مارشل آرٹ کا ماہر ہے اسکا اتنا ہی تعارف کافی ہے۔

بھائی سلامت۔آپ کو گفتگو کا خوب سلیقہ ہے سخت سے سخت بات بھی اتنے نرم و ملائم لہجے میں کہتے ہو کہ آدمی غصہ کرنا چاہے بھی تو نہیں کر سکتا میں نے مسکراتے ہوئے کہا ویسے آپ کہاں جا رہے ہیں یہ بتانا پسند کریں گے۔؟
میں ہدایت لینے جا رہا ہوں سلامت خان نے کہا اور دروازے کی

طرف بڑھا پھر مجھے دروازہ کھلنے بند ہونے اور دروازے میں چابی گھومنے کی آواز آئی اور پھر سناٹا طاری ہو گیا۔

میں نے اس لڑکے کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ یہ وہی نوجوان تھا جس نے مجھے گھر سے بلایا تھا اسی نوجوان نے مجھے گاڑی میں دھکا دیا تھا اور پھر اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی اس لڑکے کی عمر چوبیس پچیس سال رہی ہو گی یہ عمر ابھی پڑھنے لکھنے کی تھی اپنا مستقبل سنوارنے کی تھی۔ یہ عمر جرائم کی دنیا میں آنے کی ہرگز نہ تھی یہ نوجوان مجھے اپنے رکھ رکھاؤ اور شکل وصورت کے اعتبار سے کسی اچھے گھرانے کا چشم و چراغ معلوم ہو رہا تھا۔

سلامت خان کے جانے کے بعد وہ ابھی تک کھڑا تھا شاید میری اجازت کا منتظر تھا اس بات کا خیال آتے ہی میں نے فوراً کہا صاحبزادے آپ تشریف رکھیں۔

جی سر تھینک یو۔ وہ اپنا ایک ہاتھ سینے پر رکھ کر ذرا سا مودبانہ جھکا اور پھر صوفے پر بیٹھ گیا۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اس کی نظریں سامنے دیوار پر تھیں۔

صاحبزادے آپ کا نام کیا ہے میں نے خاموشی توڑی۔

عاشق۔ اس نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

میاں میں نے آپ کا پیشہ نہیں نام پوچھا ہے میں نے بے تکلفی سے کہا۔

سر میرا نام عاشق ہی ہے عاشق حسین۔ اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

پڑھتے ہو؟ میں نے سوال کیا کس کلاس میں؟

پڑھتا تھا چھوڑ دیا انٹر کر کے۔

سلامت خان سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟

کوئی رشتہ نہیں میں صاحب کا باڈی گارڈ ہوں۔

سلامت خان کے محافظ ہو میں نے کہا لیکن سلامت خان کو حفاظت کی کیا ضرورت ہے میرا مطلب ہے ان کے دشمن وغیرہ بہت ہیں کیا۔

یہ سوال آپ براہِ راست ان سے کریں سر عاشق حسین نے سپاٹ لہجے میں کہا اچھا ٹھیک ہے میں آپ سے وہ سوال تو کر سکتا ہوں جن کا تعلق آپ سے ہے جی سر ضرور اس نے کہا۔

آپ نے جب میرے گھر کی گھنٹی بجائی تھی تو مجھ سے کہا تھا کہ سیٹھ اکرم آپ کو بلاتے ہیں لیکن گاڑی میں تو سیٹھ اکرم نہیں تھے کیا ایسا تو نہیں کہ سلامت خان ہی سیٹھ اکرم ہیں؟

جی نہیں، سر سلامت خان صاحب سیٹھ اکرم نہیں ہیں۔ اس نے جواب دیا۔

پھر آپ نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا؟ میں نے اسے ٹوکا۔

مجھے یہی ہدایت کی گئی تھی اس نے بتایا۔

بھائی اس ہدایت نے مجھے بہت پریشان کر رکھا ہے ایک طرف سلامت خان کہیں سے ہدایت لینے گئے ہیں دوسری طرف سے تم کسی کی ہدایت کاری میں اپنا کردار ادا کر رہے ہو عاشق حسین یہ چکر میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ بھائی اس پر کچھ روشنی ڈالو مجھے آخر کیوں اغوا کیا گیا ہے میں نے بڑی مسکین صورت بنا کر کہا۔

سر مجھے کچھ نہیں معلوم یہ سوال بھی آپ براہ راست صاحب سے کریں

اچھا بھائی۔ میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

عاشق حسین تم اس گروہ میں کب سے شامل ہو؟ کچھ دیر خاموش رہ کر میں پھر بولا۔

گروہ سے کیا مراد ہے آپ کی؟ اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا سلامت خان صاحب اس شہر کی ایک بہت بڑی فرم

کے ڈائریکٹر ہیں جو امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتی ہے۔

اچھا! میں نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں اور سیٹھ اکرم؟

وہ اس فرم کے مالک ہیں عاشق حسین نے بتایا۔

کیا تم نے کبھی سیٹھ اکرم کو دیکھا ہے۔

جی نہیں۔

کیوں وہ دفتر نہیں آتے کیا؟

جی نہیں وہ دفتر نہیں آتے، انہیں بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے اس نے بتایا عاشق حسین کیا تمہیں احساس ہے کہ تم کن لوگوں میں پھنسے ہوئے ہو؟

جی ہاں اس نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلائی۔

کن لوگوں میں؟ میں نے پوچھا۔

بہت اچھے لوگوں میں اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

کیا تم نہیں جانتے کہ مجھے اغوا کیا گیا ہے کیا اغوا کرنے والے بھی کبھی اچھے ہوتے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ آپ کو گھر سے آپ کی مرضی کے خلاف لایا گیا ہے لیکن آپ ذرا یہ سوچیں آپ کو جس عزت واحترام کے ساتھ لایا گیا ہے کیا اغوا شدہ شخص کو اسی عزت واحترام کے ساتھ لایا جاتا ہے؟

آپ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ اغوا کرنے والے ہمیشہ اندھے اور بہرے ہوتے ہیں وہ کچھ نہیں دیکھتے اور کچھ نہیں سنتے، بس ان کے ہاتھ چلتے ہیں یا زبان چلتی ہے جب کہ ہم لوگ آپ کے سامنے اندھے ہیں نہ بہرے بلکہ گونگے ہیں اور مفلوج بھی۔

میری پریشانی کی اصل وجہ یہی ہے کہ مجھے اغوا تو کیا گیا ہے لیکن برتاؤ میرے ساتھ اعلیٰ شخصیت جیسا ہے آخر ایسا کیوں ہے؟ میں یہی جاننا چاہتا ہوں۔

میرا خیال تھا کہ میں عاشق حسین کو باتوں میں لگا کر اس کی زبان سے کچھ نہ کچھ اگلوا لوں گا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا میں اس سے بات کرتا رہا وہ بڑے اطمینان سے ہر بات کا جواب دیتا رہا اس کا ہر جواب مجھے روشنی میں لانے کے بجائے اندھیروں میں بھٹکاتا رہا وہ اپنی عمر کے مقابلے میں بڑے پختہ ذہن کا مالک تھا میں جسے کچا سمجھا تھا وہ بڑا اپکا نکلا۔

اس سے مایوس ہو کر میں نے خاموشی اختیار کر لی اور نرم ملائم بیڈ پر آرام سے پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور انتظار کرنے لگا۔

ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ دروازے میں چابی لگانے کی آواز آئی اور پھر دروازہ کھلا اور سلامت خان مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

کہیے اخلاق صاحب آپ کو کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟

جی نہیں۔ میں نے عاشق حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں میں جانتا تھا کہ عاشق حسین کی موجودگی میں آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ سلامت خان نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا۔

میں اس کی بات کا مطلب بالکل نہ سمجھا میں نے وضاحت چاہنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ اس نے اپنے بریف کیس سے ایک سادہ کاغذ نکال کر میرے سامنے رکھا اور میرے ہاتھ میں قلم دیتا ہوا بولا۔

اخلاق صاحب لکھیں۔

کیا لکھوں؟ میں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا طلاق لکھوں یا جائیداد لکھوں آخر کیا لکھوں؟

ہم جانتے ہیں کہ آپ کے پاس جائیداد نام کی کوئی چیز نہیں آپ کی بیگم ہمارے لئے قابل احترام ہیں لہٰذا طلاق کا بھی مسئلہ نہیں آپ وہ لکھیں جو میں لکھواتا ہوں۔

جی فرمائیں۔ میں نے بڑی سعادت مندی سے کاغذ قلم سنبھال لیا۔

میں جنت میں ہوں، سلامت خان نے لکھوانا شروع کیا۔

بڑی ماڈرن جنت ہے۔ میں نے کمرے کی دیواروں پر نظر ڈالتے ہوئے لکھا میں جنت میں ہوں۔

میری بات سن کر وہ صرف مسکرایا اور بولا میں جنت میں ہوں اور خوش ہوں تم بھی خوش رہنا، تمہاری نگرانی کے لئے فرشتے مامور کر دیے گئے ہیں۔

بس اس کے نیچے اپنے دستخط کر دیں۔

میں نے اس کاغذ پر بلا جھجک اپنے دستخط کر دیے اور کاغذ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا سلامت خان اس کا کیا مطلب ہے۔؟

سلامت خان نے وہ کاغذ میرے ہاتھ سے لے لیا اس نے بغیر کچھ جواب دیے وہ کاغذ تہ کر کے لفافے میں بند کیا لفافہ جیب میں رکھا اور عاشق حسین کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

عاشق حسین کے ساتھ وہ خود بھی باہر چلا گیا دروازہ بند ہو گیا لیکن تالے میں چابی لگانے کی آواز نہ آئی اس سے میں نے اندازہ کیا کہ وہ دونوں دروازے پر ہی کھڑے ہو کر بات کر رہے ہیں۔

ایک دو منٹ دروازہ کھلا سلامت خان اندر آیا مگر عاشق حسین جا چکا تھا۔

اب آپ مطمئن ہو جائیں، سلامت خان نے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

کس بات سے؟ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

میں نے آپ کا پیغام آپ کی بیگم کے نام بھجوا دیا ہے۔

اچھا تو وہ پرچہ آپ نے میری بیوی کے لئے لکھوایا تھا میں نے کہا۔

تو آپ کیا سمجھے؟ وہ بولا۔

میری سمجھ میں تو آج کچھ نہیں آ رہا آپ سے پوچھتا ہوں تو بتاتے نہیں

لہٰذا میں نے بغیر سمجھے ہی آپ نے جو کہا لکھ دیا لیکن اس طرح کا خط بھیج کر آپ نے غلطی کی ہے۔

آپ پریشان تھے نا کہ آپ کی بیگم پریشان ہوں گی ان کے اطمینان کے لئے آپ کی تحریر بھیج دی ہے باقی میں نے عاشق حسین کو سمجھا دیا ہے میرا خیال ہے کہ اب آپ کو اپنی بیگم کی طرف سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کافی پئیں گے۔

کافی تو میں ضرور پیئوں گا میں نے کہا آپ میری بیوی سے واقف نہیں ہیں، جس زبان میں آپ نے اسے خط لکھوایا ہے وہ زبان اس کے فرشتوں کو بھی نہیں آتی وہ دو اور دو چار کی عورت ہے اسے ساری بات سیدھے اور صاف انداز میں سمجھنا پڑتی ہے۔

سلامت خان نے اٹھ کر فون پر روم سروس کو کافی کا آرڈر دیا اور مسکراتا ہوا بولا، آپ فکر نہ کریں ہمیں ہر قسم کے لوگوں سے ڈیل کرنا آتا ہے۔

اور یہ بات اس نے بالکل صحیح کہی تھی بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ سلامت
خان نے میری بیوی کو اسی زبان میں سمجھایا تھا جو وہ سمجھتی تھی خط تو محض
شناخت کے لئے تھا۔

گھنٹی بجانے پر میری بیوی پروین اوپر سے اتری، دروازہ کھولا تو اس
نے دروازے پر ایک خوش پوش نوجوان کو پایا خوش پوش نوجوان عاشق
حسین نے بڑے مودبانہ انداز میں سلام کیا اور بولا۔ آنٹی، میں
اخلاق صاحب کا خط لایا ہوں آپ کے نام۔

خط کا ذکر سن کر میری بیوی کا چہرہ فق ہو گیا وہ گھبرا کر بولی اس خط میں
کیا ہے کہیں طلاق نامہ تو نہیں اخلاق نے کہیں دوسری شادی تو نہیں
کر لی اور تم کون ہو اس کے سالے ہو کیا؟

نہیں آنٹی، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میں سالا نہیں ہوں آپ پہلے خط
پڑھ لیں۔ عاشق حسین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اوئے خط کیا پڑھ لوں خاک وہ کہاں ہیں صبح کسی کے گھنٹی بجانے پر

نیچے اترے تھے ابھی تک نہیں پلٹے پروین نے لفافہ کھولتے ہوئے کہا

میرا خیال تھا کہ حامد میاں کے یہاں ہوں گے شطرنج کھیل رہے

ہوں گے لیکن یہ تو کچھ اور ہی چکر معلوم ہوتا ہے۔ ہیں! یہ کیا لکھا ہے

میں جنت میں ہوں ارے لڑکے کیا وہ گزر گئے اور تم کون ہو؟ جنت

سے آئے ہو فرشتے ہو ارے میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کیا کروں

پڑوسن کو بلاؤں۔

آنٹی! کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں میں آپ کو سمجھائے دیتا ہوں

آپ میری بات غور سے سنیں آپ نے خط تو پورا پڑھ لیا۔

ہاں پڑھ لیا۔

اخلاق صاحب کی تحریر بھی پہچان لی؟

ہاں زندگی گزر گئی ان کی تحریریں دیکھتے میں نہیں پہچانوں گی تو اور کون

پہچانے گا اس نے بڑے یقین سے کہا۔

ٹھیک ہے یہ کہہ کر عاشق حسین نے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک موٹا سا لفافہ نکالا اور پروین کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا اخلاق صاحب نے یہ لفافہ اور بھیجا ہے۔

ارے اس میں کیا ہے۔ پروین نے لفافہ لیتے ہوئے کہا اور جلدی سے لفافہ کھولا روپے۔

جی آنٹی روپے۔ پورے پچاس ہزار ہیں، عاشق حسین نے بتایا۔

پچاس ہزار کل تک تو ان کے پاس پانچ سو روپے نہیں تھے میں نے ایک سوٹ بنانے کی فرمائش کی تھی تو ٹکا سا جواب دے دیا تھا اب یہ اتنے پیسے کہاں سے آ گئے یہ بڑے پراسرار آدمی ہیں میں انہیں آج تک نہیں سمجھ پائی۔

یہ پیسے ان کے نہیں، کمپنی کے مالک نے آپ کو بھجوائے ہیں۔

ارے یہ کمپنی بہادر کہاں سے پیدا ہوگئی اور مجھے کیوں بھجوائے ہیں۔؟

شاید آپ نہیں جانتیں کہ آپ کے شوہر کو اغوا کرلیا گیا ہے۔

ہیں! یہ کیا کہہ رہے ہو اغوا بھی کرلیا ہے اور اغوا کرنے والوں نے پیسے بھی بھجوائے ہیں ارے یہ الٹی گنگا کیسے بہہ رہی ہے۔؟

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔

لیکن انہیں اغوا کیوں کیا گیا ہے انھوں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔؟

یہ مجھے نہیں معلوم۔

پھر تم یہاں کیوں آئے ہو اسے بھیجتے جسے کچھ معلوم ہوتا۔

میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ کو پریشان ہونے کی بالکل ضرورت نہیں ہے یہ پچاس ہزار روپے آپ کے ہیں انہیں جس طرح چاہیے خرچ کیجئے اخلاق صاحب ہمارے پاس ہیں وہ بالکل ٹھیک ہیں ان کی طرف سے فکر کرنے کی ضرورت نہیں، اس سلسلے میں پولیس

وغیرہ کو بھی زحمت نہ دی جائے ورنہ دوسری صورت میں اپ کے شوہر کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے میرا خیال ہے کہ آنٹی آپ نے میری بات سمجھ لی ہوگی۔

پھر ایک حیرت ناک بات ہوئی جو عورت مجھ سے زندگی بھر پیسے کے لئے لڑتی رہی تھی ہر وقت اپنی خواہشوں اور آرزوؤں کا تذکرہ کرتی رہی تھی تکمیل نہ پانے والی فرمائشوں کا رونا روتی رہی تھی پچاس ہزار روپے پا کر میرے خیال میں اسے خوش ہو جانا چاہیے تھا۔

حیرت کی بات یہی تھی کہ وہ اتنے سارے روپے دیکھ کر بالکل خوش نہ ہوئی اس نے عاشق حسین کو روپوں کا لفافہ واپس کرتے ہوئے کہا مجھے یہ روپے نہیں چاہئیں انہیں واپس لے جاؤ مجھے میرا شوہر چاہیے۔

تب عاشق حسین نے زبردستی وہ لفافہ اس کے ہاتھ میں تھمایا اور واپس چلا آیا۔

جب عاشق حسین نے مجھے ہی ساری باتیں سنائیں تو میں بہت دیر تک پروین کے بارے میں سوچتا رہا ایک ایک پیسے کے لئے تڑپنے والی عورت اندر سے کتنی مضبوط تھی کتنی پیاری تھی، یہ مجھے اغوا ہو کر معلوم ہوا کبھی کبھی تخریب سے بھی تعمیر کا پہلو نکل آتا ہے۔

کچھ دیر کے بعد کافی آ گئی کافی پینے کے بعد سلامت خان نے دو تین ٹیلی فون کیے ہی ٹیلی فون کچھ کاروباری نوعیت کے تھے۔

دوپہر کو ہم نے ہوٹل ہی میں کھانا کھایا کچھ دیر آرام کیا پھر شام کی چائے پی چار بجے کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بجی سلامت خان نے بہت مختصر بات کی بس اس نے ایک دو بار اچھا کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

اخلاق صاحب کیا خیال ہے اب یہاں سے چلیں، سلامت خان نے مسکراتے ہوئے کہا انداز ایسا تھا جیسے مجھ سے پوچھ رہا ہو ابھی مزید ہوٹل میں ٹھہرنا ہے یا باہر چلیں۔؟

بھائی سلامت میں تو آپ کے رحم وکرم پر ہوں میں نے جواب دیا۔

ٹھیک ہے یہاں سے بنگلے پر چلتے ہیں وہاں چل کر سوچیں گے کہ آئندہ کیا کرنا ہے اس نے اپنا بریف کیس اٹھاتے ہوئے کہا آیئے چلیں۔

میں کسی سعادت مند بچے کی طرح اس کے ساتھ ہولیا۔

میری سعادت مندی دیکھ کر اسے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر دھمکی دینے کی ضرورت نہ پڑی۔

ہم لوگ ہوٹل سے باہر آئے تو ایک جیپ ہماری منتظر تھی ڈرائیور ہمیں دیکھتے ہی فوراً گاڑی سے باہر آ گیا ہم نزدیک پہنچے تو اس نے فوجی انداز میں سیلوٹ مارا۔

ہاں شیر خان! کیسے ہو؟ سلامت خان نے توصیفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں ٹھیک ہوں سر اللہ کا شکر ہے۔ شیر خان نے جیپ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ سلامت خان نے مجھے جیپ میں سوار ہونے کا اشارہ کیا میرے بیٹھنے کے بعد سلامت خان اندر آیا شیر خان نے باہر سے دروازہ بند کیا اور کھڑکی میں منہ ڈال کر بولا کدھر سر۔؟

بنگلے پر۔ سلامت خان نے جواب دیا۔

میں نے شیر خان کو بہت غور سے دیکھا وہ لمبے قد اور مضبوط جسم کا مالک تھا عمر بھی اس کی خاصی تھی لمبا چہرہ ستوان ناک شکن آلود پیشانی جھری زدہ چہرہ، پیچھے کی طرف بنے بال ہونٹوں پر باریک سی مسکراہٹ لمبی مگر تیز آنکھیں بھاری پپوٹے بھاری اور مضبوط ہاتھ اس کے علاوہ جو سب سے حیران کرنے والی بات اس کے چہرے پر تھی وہ تھا پسینہ۔

جب اس نے کھڑکی میں منہ ڈالا تو میں نے اس کی ناک اور ٹھوڑی

سے پسینے کی بوندیں گرتے دیکھیں پسینے میں نہایا ہوا چہرہ دیکھ کر مجھے
ایک دم گرمی کا احساس ہوا موسم گرم ضرور تھا لیکن اتنا گرم نہ تھا کہ چہرہ
یوں عرق آلود ہوتا سلامت خان کا اور میرا چہرہ صاف تھا۔
سلامت خان کا جواب سن کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور گاڑی
اسٹارٹ کرنے سے پہلے اس نے ایک کپڑے سے اپناہ چہرہ اچھی
طرح صاف کیا۔

جیب چلی تو مجھے اچانک عاشق حسین کا خیال آیا اسے سلامت خان
نے میرے گھر بھیجا تھا جانے وہاں کیا ہوا ہو، عاشق حسین نے میری
بیوی سے ملاقات کا حال مجھے دو تین دن بعد سنایا تھا اور وہ بھی ضرورتاً
شاید سیٹھ اکرم کی ہدایت پر اس وقت میں مکمل اندھیرے میں تھا اور
سوچ رہا تھا کہ پروین میرے اس طرح اچانک غائب ہو جانے پر
کس قدر پریشان ہو گی تب میں نے سلامت خان سے براہ راست تو

یہ نہیں پوچھا کہ تم نے عاشق حسین کو میرے گھر بھیجا تھا تو وہاں کیا ہوا ہوسکتا ہے وہ بتانے سے انکار کردے تو خواہ مخواہ شرمندگی ہوگی میں نے صرف اتنا پوچھا۔

عاشق حسین کہاں ہے۔؟

سلامت خان نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے مجھے بڑے غور سے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی وہ میرے سوال کی گہرائی میں اترنے کی کوشش کررہا تھا۔

اس کا کام ختم ہوگیا وہ چلا گیا،سلامت خان نے بالآخر مجھے جواب دیا اب شاید ہی آپ سے اس کی ملاقات ہو۔

اس جواب کے بعد اب سلامت خان سے کچھ پوچھنا بے کار تھا لٰہذا میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

جب گاڑی ایک بنگلے کے گیٹ پر رکی تو مجھے یہ اندازہ تو تھا کہ یہ علاقہ

گلشن کا ہے لیکن اگر کوئی مجھ سے یہ پوچھتا کہ اس بنگلے کا پتا بتاؤ تو پتا بتانا تو دور کی بات ہے میں اس بنگلے پر پہنچ بھی نہیں سکتا تھا راستے مجھے کبھی یاد نہیں رہتے۔

گاڑی کے ہارن دیتے ہی فوراً بنگلے کا دروازہ کھلا جیپ اندر داخل ہوئی شہر خان نے پہلے اپنے چہرے کا پسینہ صاف کیا پھر گاڑی سے اترا اتنی دیر میں دوسرا ملازم جس نے بنگلے کا گیٹ کھولا تھا جیپ کا پچھلا دروازہ کھول چکا تھا۔

سلامت خان اور میں گاڑی سے باہر آئے۔

ایک ہزار گز کے پلاٹ پر بنا ہوا یہ بنگلہ دومنزلہ تھا سامنے خوبصورت لان تھا جہاں رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے گھاس مخمل کی طرح بچھی تھی۔

شیر خان! انہیں اوپر لے جاؤ سلامت خان نے شیر خان کو حکم دیا پھر

مجھ سے مخاطب ہو کر بولا اخلاق صاحب۔ آپ اوپر چل کر آرام کریں یہاں اطمینان سے رہیں سیٹھ اکرم کی آپ سے بہت جلد ملاقات ہو گی۔

میں نے سلامت خان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا نہ اس سے کوئی سوال کیا اب میں سوال کرنے کی پوزیشن میں تھا نہ جواب دینے کی مجھے ہر صورت میں فرمان بردار رہنا تھا یا پھر جان گنوانی تھی۔

میں نے سلامت خان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا نہ اس سے کوئی سوال کیا اب میں سول کرنے کی پوزیشن میں نہ تھا اور نہ جواب دینے کی مجھے ہر صورت میں فرمان بردار رہنا تھا یا پھر جان گنوانی تھی۔

یہ ایک خوبصورت اور آرام دہ کمرہ تھا یہاں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی اس کمرے کو کسی فائیو سٹار ہوٹل کے کمرے کی طرح سجایا گیا تھا۔

کمرے میں کلر ٹیلی ویژن تو تھا ہی ٹرالی میں سے وی سی آر بھی

جھانک رہا تھا اور ٹیلی ویژن کے پیچھے ٹرے سے ریک میں بے شمار کیسٹ لگے ہوئے تھے خیر یہ میری دلچسپی کی چیز نہ تھی وی سی آر اور فلموں سے مجھے قطعاً کوئی دلچسپی نہ تھی میرے گھر میں وی سی آر موجود تھا فلموں کے کچھ کیسٹ بھی تھے باہر سے کیسٹ آتے بھی رہتے تھے لیکن میں ٹیلی ویژن کے سامنے کبھی نہ بیٹھتا البتہ پروین کو فلموں کا بڑا شوق تھا وہ روزانہ ایک فلم ضرور دیکھتی تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ فلم دیکھے بغیر اسے نیند نہیں آتی تھی جب وہ فلم دیکھ رہی ہوتی تو میں کوئی کتاب پڑھ رہا ہوتا کوئی بہت اچھی فلم ہوتی تو وہ میرے ہاتھ سے کتاب چھین کر بیڈ پر پھینکتی اور میرا ہاتھ پکڑ کر ٹیلی ویژن کے سامنے لے جاتی۔

اللہ، بڑی خوبصورت فلم ہے ذرا دیکھیں تو۔

پروین کے کہنے پر میں ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھ جاتا اور فلم کتنی ہی

دلچسپ کیوں نہ ہوتی میں فلم دیکھتے دیکھتے اونگھنے لگتا میری اس بات

سے پروین کو بہت چڑ تھی وہ مجھے سوتا دیکھ کر مجھے زور سے ہلاتی اور

ہاتھ جوڑ کر کہتی جائیں بابا جائیں، آپ اپنی کتاب پڑھیں میں اکیلے

ہی فلم دیکھ لوں گی۔

تب میں مسکراتا ہوا اپنے بیڈ پر آجاتا اور خاموشی سے کتاب اٹھا کر

پڑھنے لگتا کتابوں میں میری جان تھی جس طرح پروین کو فلم دیکھے بغیر

نیند نہیں آتی تھی ویسے ہی مجھے بھی کوئی کتاب پڑھے بغیر نیند نہیں آتی

تھی کتابیں میرے لئے نشہ تھیں تو فلمیں اس کے لئے۔

اس کمرے میں وی سی آر اور فلموں کے بے شمار کیسٹ دیکھ کر مجھے بے

اختیار پروین کی یاد آ گئی وہ اس وقت اگر اس کمرے میں ہوتی تو

فلموں کے کیسٹوں پر ٹوٹ پڑتی اس کمرے میں سب کچھ تھا نہیں تھیں

تو کتابیں۔

مجھے جب صبح گھر سے اٹھایا گیا تو میں ان کپڑوں میں تھا جنہیں میں رات کو پہن کر سویا تھا کپڑے شکن آلود تھے اس حسین کمرے میں وہ کپڑے کسی ٹاٹ کے پیوند کی طرح محسوس ہو رہے تھے میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں فوراً لباس تبدیل کرلوں۔

میں ہمیشہ ریڈی میڈ سوٹ پہننے کا عادی تھا میرے پاس بے شمار شلوار سوٹ تھے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ مارکیٹ میں کوئی نئی چیز آتی ہو اور وہ میں نے نہ خریدی ہو، کتابیں اور کپڑے میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر خریدتا تھا۔

مجھ سے غلطی ہوگئی عاشق حسین میرے گھر گیا تھا اس کے ہاتھ اپنے دو چار سوٹ ہی منگوا لیتا پھر مجھے اپنی سوچ پر قہقہہ لگانے کو جی چاہا حسن سلوک اور اچھی رہائش نے لاشعور طور پر مجھے اتنا متاثر کیا تھا کہ میں یہاں سے رہائی کے بجائے یہاں رہنے کے بارے میں سوچ رہا تھا

مجھے اغوا کیا گیا تھا میں نا معلوم لوگوں کی قید میں تھا یہ ٹھیک ہے کہ اس قید میں مجھے اے کلاس دے دی گئی تھی لیکن میں تھا ان کے رحم و کرم پر ایسے حالات میں لباس تبدیل کرنے کی خواہش کرنا کچھ عجیب سی بات تھی اصل میں میرا مزاج ہی ایسا تھا کہ میں شکن آلود کپڑے زیادہ دیر نہیں پہن سکتا تھا۔

شیر خان کمرے میں میرے ساتھ آیا تھا لیکن وہ کب واپس ہوا اس کا مجھے احساس نہ ہوا میں کمرے کی خوبصورتی میں گم ہوا تو شیر خان دروازہ بند کر کے کمرے سے گم ہوا میں بند دروازے کی طرف بڑھا دروازے میں لگے ہینڈل کو گھمایا دروازہ مقفل تھا اور یہ کوئی حیرت کی بات نہ تھی۔

دروازے سے پلٹ کر میں بیڈ کی طرف بڑھا مجھے کچھ تھکن سی ہو رہی تھی دوپہر کے کھانے کے بعد میں کچھ دیر سوتا ضرور تھا آج کی دوپہر

سلامت خان کے ساتھ گزری تھی اس وقت مجھے نیند آرہی تھی میں بیڈ پر لیٹ گیا اور سو گیا۔

پھر میری آنکھ انٹر کام کی آواز پر کھلی۔ میں نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی چھ بج رہے تھے میں فوراً اٹھا سامنے چھوٹی میز پر انٹر کام رکھا تھا اس انٹر کام کے ساتھ ٹیلی فون بھی تھا کالے رنگ کے اس ٹیلی فون سیٹ میں تالا پڑا تھا میں نے انٹر کام کا رسیور اٹھایا۔

جی۔

اخلاق صاحب میں شیر خان بول رہا ہوں۔

جی فرمایئے۔

آپ رات کا کھانا کتنے بجے تک کھائیں گے۔

میں تو 8 بجے کھاتا ہوں رات کا کھانا۔

اگر آپ اپنی پسند کی کوئی چیز کھانا چاہیں تو ہمیں بتا دیں۔

جی آپ کا بہت شکریہ۔میں دنیا کی ہر چیز کھالیتا ہوں۔

جی بہت بہتر،شیر خان نے بڑے مودبانہ انداز سے کہااور انٹر کام بند

کر دیا میں نے انٹر کام کے رسیور کو دیکھا اور پھر اسے زور سے رکھ دیا

اور خود کلامی کے انداز میں بولا واہ بھی واہ بھئی اخلاق احمد خوب

پھنسے۔

پھر میں باتھ روم میں جا کر نہایا۔پھر دوبارہ انہی کپڑوں کو پہننے کو دل

نہ چاہا لیکن کیا کرتا،مجبوراً پہننے پڑے۔

ابھی سات بجنے میں دو منٹ باقی تھے میں نے ٹیلی ویژن کھول دیا۔

سوچا خبریں ہی دیکھ لوں مجھے سیاست سے بہت دلچسپی تھی ملکی سیاست

کے علاوہ عالمی حالات سے بھی مجھے اچھی خاصی واقفیت تھی اخبار ٹیلی

ویژن کے علاوہ میں ریڈیو پر آنے والا شیر خان تھا،نہ سلامت خان

اور نہ عاشق حسین یہ کوئی اور ہی تھا۔

آنے والے نے مجھے بڑی دلچسپی اور غور سے دیکھا پھر وہ دروازہ بند کر کے بڑی تیزی سے میری طرف بڑھا اس نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

میں اکرم ہوں اخلاق صاحب! آپ کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ اس نے بڑے نرم و ملائم لہجے میں کہا۔

اوہ آپ سیٹھ اکرم ہیں، میں نے اس کا نام سن کر ٹیلی ویژن آف کر دیا اور بیڈ پر بیٹھ گیا سیٹھ اکرم میرے سامنے صوفے پر بیٹھ چکا تھا پھر اس نے انٹر کام پر کوئی نمبر ملا کر کہا ''کافی'' اور ریسیور رکھ دیا۔

میں نے اسے غور سے دیکھا سیٹھ اکرم ایک خوبصورت آدمی تھا جوان تھا اسمارٹ تھا جسم پر اس کے ایک قیمتی سوٹ تھا کلائی پر جو گھڑی بندھی تھی اس میں ہیرے جگمگا رہے تھے انگوٹھی میں بیش قیمت پتھر تھا سیٹھ اکرم کی شخصیت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے چہرے

پر کر خنگی بالکل نہ تھی وہ مسکراتا تو اس کے چہرے کی معصومیت اور بڑھ جاتی اسے دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کوئی جرائم پیشہ آدمی ہے۔

سیٹھ اکرم میں آپ سے کچھ سوالات کر سکتا ہوں؟ میں نے اجازت چاہی۔

جی ہاں۔فرمائیں میں آپ کے پاس کچھ سننے اور کچھ سنانے کے لئے ہی آیا ہوں وہ مسکرا کر بولا۔

پہلے تو میں اپنی یہ غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جس آدمی کو اغوا کروانا تھا کیا وہ شخص میں ہی ہوں میرا مطلب ہے.........میری بات پوری نہ ہو سکی اس نے بات کاٹ دی۔

میں آپ کا مطلب سمجھ گیا اخلاق صاحب! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے کسی غلط آدمی کو اغوا نہیں کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جس کی

عشق کا عین

یہ کہانی عشق کے موضوع پر ایک یادگار تحریر ہے ۔
الٰہی بخش کو پہلی نظر میں عشق ہوا تو یہ کوئی حیرت کی
بات نہیں اسکا خمیر ہی عشق کی مٹی سے اٹھا تھا۔
محبت پہلی نظر میں اور وہ بھی ایک ایسی لڑکی سے
جسکا وہ کسی طرح ہمسر نہیں ۔

ہمیں ضرورت تھی ویسے آپ اسے اغوا کا نام کیوں دیتے ہیں ہم جس
عزت واحترام سے آپ کو لائے ہیں اس طرح کون کسی کو لاتا ہے
چلیے آپ اسے اغوا کہنے پر ہی مصر ہیں تو پھر اسے وی آئی پی اغوا کہیے
اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

وی آئی پی اغوا۔ میرے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی یہ تو کسی اسٹیج ڈرامے
کا نام معلوم ہوتا ہے۔

چلیے ہم نے آپ کو ایک عنوان دے دیا، اب آپ اسٹیج ڈرامہ لکھیے کبھی
لکھا ہے آپ نے ڈراما۔

ڈراما تو میں بعد میں لکھوں گا فی الحال اس ڈرامے سے نمٹ لوں جو
میرے ساتھ ہو رہا ہے۔

ہاہاہا۔ میری بات سن کر اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اب آپ کو
یقین ہوا کہ ہم نے صحیح آدمی کو اغوا کیا ہے میرا مطلب ہے وی آئی پی

اغوا۔

اس کا مطلب ہے کہ آپ میرے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں
کہ میں کون ہوں کیا کرتا ہوں؟

جی بالکل۔ سیٹھ اکرم نے پر تصدیق لہجے میں کہا میں آپ کو بہت اچھی
طرح جانتا ہوں اور اب سے نہیں میرا خیال ہے کہ بیس بائیس سال
سے۔

آپ مجھے بیس بائیس سال سے جانتے ہیں! میرے اوپر حیرت کا پہاڑ
ٹوٹا۔

جی ہاں یہ اور بات ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا آج ہے، میرا خیال تھا
کہ آپ کوئی معمر شخص ہوں گے لیکن میرے اندازے کے برعکس آپ
خاصے جوان نکلے۔

آپ کو میرے بوڑھا ہونے کا احساس کیسے ہو؟

آپ کی تحریریں پڑھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے آپ خاصی عمر کے آدمی ہیں۔

آپ نے میری تحریریں پڑھی ہیں؟

اخلاق صاحب میں آپ کا فین ہوں شاید ہی کوئی کہانی آپ کی ایسی ہو جو میری نظر سے نہ گزری ہو، اس نے مجھے پر شوق نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بتایا۔

اوہ سچی بات ہے اب تک میں یہی سمجھ رہا تھا کہ سیٹھ اکرم نے مجھے کسی غلط فہمی کے تحت اغوا کروالیا ہے لیکن اپنی کہانیوں کے بارے میں ذکر سن کر مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ اس نے ٹھیک آدمی کو اغوا کیا ہے

اب سوال یہ تھا کہ ایک کہانی نویس کو اغوا کرنے کی اسے ضرورت پیش کیوں آئی۔؟

سیٹھ اکرم میرے اغوا کی وجہ بتانا پسند کریں گے؟ اب میں نے براہ

راست سوال کیا۔

وہ کچھ جواب دینے والا تھا کہ دروازے دستک ہوئی۔

آجاؤ۔سیٹھ اکرم نے کہا۔

شیر خان اندر داخل ہوا اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی ٹرے اس نے میز پر رکھی اور مودبانہ کھڑا ہو گیا۔

میں نے اس کا چہرہ دیکھا وہ پسینے میں بھیگ رہا تھا اس نے اپنی واسکٹ کی جیب سے رومال نکال کر پسینہ صاف کیا۔

کافی بناؤ، سیٹھ اکرم نے اسے حکم دیا وہ میز کے نزدیک بیٹھ کر کافی بنانے لگا آج کل آپ کیا لکھ رہے ہیں اس نے پوچھا میں سمجھ گیا کہ وہ شیر خان کی موجودگی میں میری بات کا جواب نہیں دینا چاہتا۔

ایک ناول پر کام کر رہا ہوں میں نے کہا۔

سر کافی میں چینی کتنی ڈالوں؟ شیر خان مجھ سے مخاطب تھا۔

ایک چمچہ لیکن دودھ زیادہ ڈالیے گا میں زیادہ دودھ کی کافی پیتا ہوں۔

جی بہتر۔شیر خان نے کہا۔

شیر خان کافی بنا کر کمرے سے رخصت ہو گیا میں نے دیکھا کہ سیٹھ
اکرم کی کافی میں دودھ تھا نہ چینی پھر میں نے یہ بھی دیکھا............
کہ شیر خان نے واپس جاتے ہوئے رومال سے ایک مرتبہ اپنا چہرہ
اور صاف کیا۔

میں نے آپ کو یہاں بلانے کی کیوں زحمت دی، یہ بتانے سے پہلے
میں آپ کی ایک کہانی کا ذکر کرنا چاہوں گا سیٹھ اکرم نے میرے
سوال کا جواب دیا اس کہانی نے میری زندگی کا رخ بدل دیا آج میں
جو کچھ ہوں اس کہانی کی بدولت ہوں۔

ارے ایسی میں نے کون سی کہانی لکھ دی، میں نے حیرت سے کہا۔

آپ کو یاد ہو گا، آپ نے ایک کہانی کار کی چوری سے متعلق لکھی تھی

جس میں ایک راشی افسر کے گھر کے دروازے سے کار چرانے کے بعد کار چور گاڑی واپس کر جاتا ہے اور گاڑی میں کسی نئی فلم کے ٹکٹ رکھ دیتا ہے جب گھر والے سینما ہال میں فلم دیکھنے چلے جاتے ہیں تو وہ چور پورے گھر کا صفایا کر دیتا ہے اور نقدی زیوارت کے ساتھ گاڑی بھی لے اڑتا ہے۔

ہاں میں نے لکھی تھی یہ کہانی، وہ کہانی مجھے فوراً یاد آ گئی۔

لیکن اس کہانی نے آپ کی زندگی کا رخ کس طرح بدل دیا۔؟

اس کہانی کو پڑھ کر میں نے پہلی کامیاب واردات کی۔

واردات؟ اس کی بات سن کر میں مجسم سوال ہو گیا۔

جی ہاں پہلے میں نے گاڑی چرائی پھر سینما کے ٹکٹ رکھ کر گاڑی واپس کر دی سب لوگ فلم دیکھنے چلے گئے تو میں اطمینان سے گھر میں داخل ہوا وہاں سے مجھے تقریباً تین چار لاکھ کا مال ملا نقدی، زیورات، پرائز

باانڈوہ گھر بھی ایک راشی افسر کا تھا اس واردات نے میری زندگی کا
رخ موڑ دیا میں جوراتوں رات امیر بننے کے خواب دیکھا کرتا تھا اس
واردات نے میرے خوابوں کی تکمیل کر دی مجھے میری منزل دکھا دی
پھر میں اس راہ پر چل پڑا دو تین بار جیل کی ہوا بھی کھائی لیکن میں روز
بہ روز پختہ ہوتا گیا کل کا ایک معمولی کلرک آج آپ کے سامنے سیٹھ
اکرم کی صورت میں بیٹھا ہے آج میں جو کچھ بھی ہوں آپ کی بدولت
ہوں آپ میرے بالواسطہ استاد ہیں۔

اس کی باتیں سن کر میں سناٹے میں آ گیا میں نے کانپتے ہاتھوں سے
کافی کا مگ میز پر رکھا اس کی یہ بات سن کر مجھے بڑا صدمہ ہوا۔
آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے آپ کو جرم کرنا سکھایا؟ میں نے
سنجیدگی سے کہا۔
نہیں میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ آپ نے مجھے جرم کرنا سکھایا بلکہ میں یہ

بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی ایک کہانی سے میں نے جرم کرنا سیکھا۔

اسمیں میرا قصور کیا ہے؟ میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا یہ واقعہ میں نے

بھی کسی سے سنا تھا میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ میرے ذہن کی تخلیق نہیں

ہوتا بلکہ اس دنیا کی تخلیق ہوتا ہے زندگی میں روزانہ ہونے والے

واقعات کو ہمارا احساس ذہن ریکارڈ کرتا رہتا ہے اسی جمع شدہ خام مال

سے کہانی جنم لیتی ہے میں نے کبھی کسی جرم کو خوشنما بنا کر نہیں پیش کیا

میری کہانیوں میں مثبت پہلو زیادہ اجاگر ہوتا ہے میں نے اس کہانی

میں بھی یہی بتانے کی کوشش کی تھی کہ رشوت اور ناجائز کمائی کبھی راس

نہیں آئی اسے اچانک چور لے اڑتے ہیں پھر چوری کا انوکھا طریقہ

بتا کر اپنے قارئین کو ہوشیار کیا تھا پولیس کو بھی اس نوعیت کی واردات

سے آگاہ کرنے کی کوشش کی تھی افسوس کہ اس کہانی سے پولیس نے

کوئی مثبت نتیجہ اخذ کیا نہ قارئین ہوشیار ہوئے اگر ہوئے ہوں تو مجھے

معلوم نہیں لیکن ایک مجرمانہ ذہن نے اس سے فائدہ اٹھالیا اور یہ بات میرے لئے صدمے کا باعث ہے میں جذبات کی رو میں بولے جارہا تھا اور وہ بڑے تحمل سے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے میری بات سن رہا تھا یہ بات میرے لئے افسوسناک ضرور ہے لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں چھری بنانے والے نے یہ کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ لوگ اس سے سبزی کاٹنے کے بجائے لوگوں کے گلے کاٹیں گے وی سی آر بنانے والے نے یہ کبھی خیال نہ کیا ہوگا کہ لوگ اس پر معلوماتی پروگرام دیکھنے کے بجائے صرف بلیو فلمیں دیکھیں گے۔ آپ نے میری کہانی کا غلط استعمال کیا ہے تو اس کے ذمے دار آپ ہیں میں نہیں۔ میں اسی طرح جرائم سے پردہ ہٹاتا رہوں گا یہ میری زندگی کا مشن ہے میں نے بڑے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

آپ نے میری بات کا غلط مطلب لیا، میں نے آپ کو قصور وار نہیں

ٹھہرایا میں تو صرف آپ کی معلومات میں اضافہ کررہا تھا۔

یہ بڑا بھیانک اضافہ ہے میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

اتنی جلدی پریشان ہو گئے ابھی اور سنیئے، آپ نے ابھی سوال کیا تھا کہ میں نے آپ کو اغوا کیوں کیا ہے تو اب میں آپ کو اس سلسلے میں بتاتا ہوں یہ آئیڈیا بھی میں نے آپ کی ایک کہانی سے لیا ہے آپ کو وہ کہانی یاد نہیں ابھی حال میں ہی چھپی ہے وہ کہانی، اس کہانی میں آپ ہی کی طرح کا مصنف ہے جو جرائم کی کہانیاں لکھتا ہے اس مصنف کو ایک جرائم پیشہ شخص اغوا کروالیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ اب تم صرف میرے لئے جرائم کی کہانیاں لکھو گے اور پھر وہ اس کے دیے ہوئے آئیڈیوں پر جرائم کی دنیا میں تہلکہ مچا دیتا ہے۔

اس کی بات سن کر میری روح تک کانپ گئی تو اس مقصد کے لئے مجھے

ہے لیکن میں خاموش رہا۔

اچھا یہ بتایئے آپ کو ایک کہانی کا معاوضہ کتنا ملتا ہے؟ اس نے پوچھا۔

میں نے معاوضہ بتایا۔

ارے میرا معاوضہ سن کر اس نے حیرت ظاہر کی، اس حیرت میں ہمدردی بھی شامل تھی یہ تو کچھ نہ ہوا اس نے گردن دائیں بائیں ہلاتے ہوئے کہا۔

لیکن میرے لئے یہ بہت کچھ ہے میری ضروریات کے لئے کافی ہے ہم دو میاں بیوی ہیں مکان ذاتی ہے نیچے کرائے دار رہتے ہیں کچھ کرایہ آجاتا ہے کچھ کہانیوں کا معاوضہ آجاتا ہے زندگی کی گاڑی ٹھیک ٹھاک چل رہی ہے میں نے بڑی قناعت پسندی سے کہا۔

اس روتی بسوتی زندگی کو ٹھیک ٹھاک کہتے ہیں اب آپ ہمارے ساتھ

آ گئے ہیں زندگی تو آپ اب گزاریں گے کسی بڑے علاقے میں آپ
کا خوبصورت گھر ہوگا نوکر چاکر ہوں گے نئی بیوی ہوگی دوسری شادی
کرنا پسند کریں گے تو کم عمر اور دلکش سیکرٹری ہوگی۔ اس گھر میں وہ
سب کچھ ہوگا جس کا آپ تصور کریں گے اس خوبصورت زندگی کے
عوض آپ صرف اتنا کریں گے کہ آئندہ کسی پرچے کے لئے کوئی
کہانی نہیں لکھیں گے صرف میرے لئے لکھیں گے اور یہ کہانی کہیں
نہیں شائع ہوگی۔

سیٹھ اکرم! خدا کے واسطے مجھے خواب نہ دکھائیں مجھے ورغلائیں نہیں
میں کسی قیمت پر شریک جرم نہیں ہوں گا میں نے بڑے پر وثوق لہجے
میں کہا۔

ابھی آپ جذباتی ہو رہے ہیں کچھ دن ہمارے ساتھ رہیں گے تو پھر
حقیقت پسندانہ انداز میں سوچنے لگیں گے یہ کہہ کر وہ کھڑا ہو گیا اس

کے کھڑے ہونے کے انداز میں دھمکی پوشیدہ تھی۔

اس کے جانے کے بعد باہر سے دروازہ بند ہو گیا تالے میں چابی گھوم گئی۔

میں نے ایک گہرا اور ٹھنڈا سانس لیا اے خدا! تو نے مجھے کہاں پھنسا دیا پھر سوچا اس میں خدا کا کیا قصور ہے یہ تو وہ گڑھا ہے جو خود میں نے اپنے ہاتھوں سے کھودا ہے میرا اپنا ہوا جال میرے اوپر ہی آپڑا ہے خود اپنے دام میں صیاد آ گیا شاید اسی کو کہتے ہیں کیا ضرورت تھی ایسی کہانی لکھنے کی جس میں مصنف جرائم پیشہ افراد کا آلہ کار بن جاتا ہے اب آئیڈیا دیا ہے تو سیٹھ اکرم کا ساتھ بھی دو لکھو اس کے لئے کہانیاں اور ہو جاؤ مالا مال۔

مجھے اپنے آپ پر بڑا غصہ تھا میں مٹھیاں بھینچے ٹہلتا اور سوچتا رہا۔

ٹھیک نو بجے میرے بتائے ہوئے وقت پر کھانا آ گیا یہ ایک پر تکلف

کھانا تھالانے والا شیر خان ہی تھا میز پر ٹرے رکھ کر اس نے رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ صاف کیا۔

شیر خان! تم اس قدر شرمندہ کیوں رہتے ہو؟ میں نے اسے پسینہ پونچھتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

میں سمجھا نہیں صاحب۔ اس نے مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

میں یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ تمہارا چہرہ ہر وقت پسینے میں کیوں نہایا رہتا ہے؟ سر جی! اس پسینے سے میں خود بیزار ہوں یہ کوئی بیماری ہے لیکن آج تک کوئی ڈاکٹر اسے ٹھیک نہیں کر پایا، میں نے بہت علاج کرایا ہے شیر خان نے بیزاری سے کہا۔

عجیب بیماری ہے میں نے کہا۔

ہمارے شہر میں ایک حکیم جی تھے بہت اچھے حکیم تھے۔ ان کی شہرت دور دور تھی عمر کے آخری حصے میں انہیں ایک بیماری ہوگئی تھی ہنسنے کی،

وہ بات کم کرتے ہنستے زیادہ تھے اس عمل کے دوران وہ اپنی اس بیماری
کی معذرت بھی کرتے جاتے شادی بیاہ کے موقع پر ان کی اس ہنسی کو
برداشت کیا جاسکتا تھا لیکن وہ موت کے گھر میں بھی قہقہے لگانے سے
باز نہ آتے جب ان کی بیماری حد سے زیادہ بڑھی تو پھر انہوں نے گھر
سے نکلنا چھوڑ دیا اور یوں ہنستے ہنستے ایک دن ان کا انتقال ہو گیا شیر
خان نے بتایا کتنا عجیب مرض تھا نہیں مجھے صرف پسینہ ہی آتا ہے۔
انہیں مالیخولیا ہو گیا ہوگا۔ میں نے اپنی علمیت جھاڑنے کی کوشش کی۔
جی شاید اسی قسم کا کوئی مرض تھا انہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اسی
مرض کے وہ ماہر سمجھے جاتے تھے خیر چھوڑیے اس قہقہے کو آپ کھانا
کھائیں سر۔ شیر خان نے کھانے کی طرف توجہ دلائی۔
اس کے کمرے سے نکلنے کے بعد میں کھانا کھانے بیٹھا تو مجھے فوراً
پروین کا خیال آیا ہم دونوں کے کھانے کا وقت یہی تھا ادھر ٹی وی پر

خبریں شروع ہوتیں اور ادھر ہمارا کھانا شروع ہوتا میں اور پروین رات کا کھانا ہمیشہ ساتھ کھانے کے عادی تھے یہ عادت ایک لمبے عرصے سے چلی آ رہی تھی آج کھانا تھا ٹی وی تھا، اگر نہیں تھی تو میری بیوی پروین۔

کھاتے کھاتے میں نے فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا مگر یہ محض وقتی بات تھی کھانے سے کس نے منہ موڑا ہے اور کب تک۔

منہ تو خیر سیٹھ اکرم نے بھی مجھ سے نہیں موڑا حالانکہ میں نے اسے صاف صاف بتا دیا تھا کہ میں اس کے لئے کام نہیں کروں گا اگلے تین دن بڑے فیصلہ کن ثابت ہوئے ان تین دنوں میں میرے ساتھ چوہے بلی کا کھیل جاری رہا مجھ پر طرح طرح کے نفسیاتی حربے آزمائے گئے۔

شہر کے ایک بڑے سٹور سے میرے لئے کپڑے منگوائے گئے اچھے

سگریٹ اور اچھی شراب کی پیش کش کی گئی شراب تو دور کی بات میں تو سگریٹ بھی نہیں پیتا تھا ہاں البتہ کبھی کبھی پان کھالیا کرتا تھا ان نواز شات کے دوران سیٹھ اکرم بھی اپنی شکل دکھاتے رہے وہ گھوم پھر کر اپنے موضوع پر پہنچ جاتے ، ہاں اخلاق صاحب پھر کب سے شروع کر رہے ہیں ہمارے لئے کام؟

میں انکار کرتا تو وہ مسکرا اٹھتے اور ان کی اس مسکراہٹ پر میری جان جل کر رہ جاتی۔

سلامت خان نے بھی ایک آدھ دن چکر لگایا اور ادھر اُدھر کی باتیں کر کے چلا گیا میں پروین کی طرف سے بہت پریشان تھا اس کا ذکر میں سب سے کرتا رہتا تھا پھر ایک دن عاشق حسین آیا اس نے میری فکر کم کرنے کے لئے میری بیوی سے ملاقات کا حال سنایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ زبردستی پروین کو پچاس ہزار روپے دے آیا ہے۔

یہ سارا واقعہ دہرانے کے بعد وہ بولا۔ میں آج بھی آپ کے گھر گیا تھا مجھے سیٹھ اکرم صاحب نے بھیجا تھا۔

کیسی ہے پروین؟ میں نے پوچھا۔

جی وہ بالکل ٹھیک ہیں انہوں نے آپ کے نام ایک خط دیا ہے عاشق حسین نے بتایا۔

خط! میں نے حیرت سے کہا لاؤ کدھر ہے۔

اس نے اپنی پینٹ کی جیبیں ٹٹول کر ایک مڑا تڑا پرچہ نکال کر میرے ہاتھ میں دیا پرچہ کھول کر میں نے پڑھا۔ لکھا تھا۔

پیارے اخلاق تم ان لوگوں کی بات کیوں نہیں مان لیتے آخر سالوں کے لئے بھی تو تم کہانیاں لکھتے تھے اگر ان کے لئے لکھ دو گے تو کیا ہو جائے گا میں خیریت سے ہوں اور تمہیں یاد کرتی ہوں آج گھر سے گئے ہوئے تمہیں تین دن ہو گئے لیکن مجھے لگتا ہے جیسے تین سال ہو

گئے اپنا خیال رکھنا اور ہاں یہ لڑکا مجھے دو دن پہلے پچاس ہزار روپے دے گیا تھا مجھے تمہاری آمد کا شدت سے انتظار ہے دیکھو کوئی ایسا قدم نہ اٹھانا کہ میں تمہاری صورت دیکھنے سے بھی محروم ہو جاؤں۔

تمہاری منتظر۔ پروین۔

اس پرچے کو میں نے پڑھنے کے بعد پورے اطمینان سے پھاڑ دیا اور اس کے ٹکڑے عاشق حسین کے ہاتھ پر رکھ دیئے وہ ان ٹکڑوں کو لے کر کمرے سے نکل گیا۔

یہ شاید میرے اغوا کے چوتھے دن کی بات ہے میں صبح کو باتھ روم سے نہا کر نکلا تو میں نے کمرے میں شیر خان کو پایا۔

میں دروازے پر ہی ٹھٹک گیا وہ منظر ہی کچھ ایسا تھا۔

شیر خان جھکا ہوا کسی بڑی سی تصویر کو ایک کپڑے سے صاف کر رہا تھا ناک کی نوک اور ٹھوڑی سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے ہارڈ بورڈ پر چپکی اس تصویر کو وہ بڑے انہماک سے صاف کر رہا تھا اور وہ جس چیز کو صاف کر رہا تھا وہ یقیناً خون تھا۔

پھر میری اس چہرے پر نظر پڑی لمبی آنکھوں اور باریک بھوؤں والا چہرہ، باریک کھنچے ہوئے ہونٹ پھیلی ہوئی ناک اس چہرے کی آنکھوں میں بڑی پراسراریت تھی آدمی اسے دیکھے تو دیکھتا ہی رہ جائے شیر خان نے کیونکر تصویر کو جھکا رکھا تھا اور میں سامنے ذرا فاصلے پر تھا تو وہ چہرہ مجھے پھیلا پھیلا دکھائی دے رہا تھا۔

لیکن جب میں نے بالوں سے ٹپکتا ہوا پانی اور اپنی آنکھیں تولیے سے صاف کیں اور دو قدم آگے بڑھا تو نہ وہ تصویر رہی اور نہ ہی وہ چہرہ رہا۔

اب میں نے دیکھا کہ جسے میں ہارڈ بورڈ پر چپکی ہوئی تصویر سمجھ رہا تھا وہ تصویر نہ تھی میرے مقابل آئینہ تھا جس کے اوپر کا حصہ دھندلا تھا اور جس جگہ شیر خان صفائی کر رہا تھا وہاں خون کے دھبے تھے۔

وہ چہرہ کہاں غائب ہو گیا۔

کیا یہ فریب نظر تھا یا واقعی میں نے شیر خان کے ہاتھ کے نیچے کسی چہرے کو دیکھا تھا۔

پھر اچانک مجھے خوشبو کا احساس ہوا دلفریب اور مسحور کن خوشبو مجھے ایسا لگا جیسے کوئی نسوانی وجود ہے اس کمرے میں۔

میں نے فوراً دائیں بائیں نظریں گھمائیں تب دائیں جانب میری نظریں جیسے منجمد ہو کر رہ گئیں۔

وارڈروب کے پس منظر میں مجھے وہ حسین پیکر کھڑا دکھائی دیا مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی میں بائیں جانب تھوڑا سا

پیچھے ہٹا۔

سر جی، ان سے ملے کمرے میں شیر خان کی آواز گونجی، یہ ہیں مس انجم آرا۔

وہ سرو قامت مجھ پر قیامت کی نظر ڈالتی میرے نزدیک آ گئی گلابی ریشمی اور کسی ہوئی ساری چھوٹا بلاؤز کھلے بال دلفریب چال میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

میری محویت دیکھ کر شیر خان نے میز سے آئینہ اٹھایا آئینہ اس طرح اٹھایا کہ میں اس میں صاف نظر آنے لگا گویا وہ مجھے آئینہ دیکھا رہا تھا۔

آئینے میں میں اپنے آپ کو دیکھ کر سٹپٹا گیا۔

آپ تشریف رکھیے نا، میں نے گھبرا کر اس سے کہا۔

جی ہاں میں یہاں بیٹھنے کے لئے ہی آئی ہوں یہ لیجئے میں بیٹھ گئی، وہ بے تکلفی سے صوفے پر بیٹھ گئی وہ کچھ اس طرح بیٹھی کہ ریشمی آنچل

پھسلا لیکن اس نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔

شیر خان! وہ شیر خان سے مخاطب ہوئی۔

جی مس صاحبہ!

دیکھو آئینے سے خون کے دھبے اچھی طرح صاف ہوئے یا نہیں، وہ مخاطب تو شیر خان سے تھی لیکن دیکھ میری طرف رہی تھی جیسے مجھے کچھ سمجھانا چاہتی ہو۔

کوشش تو کر رہا ہوں شیر خان نے مسکراتے ہوئے کہا اس بندے کا خون بہت خراب تھا مس صاحبہ چپک کر رہ گیا ہے۔

ہاں وہ احمق بہت ضدی تھا اس نے باس کی بات نہ مان کر اپنے آپ کو نقصان پہنچا لیا زندگی جیسی خوبصورت چیز کو داؤ پر لگا دیا، وہ بڑی سفا کی سے بولی۔

بس جی مس صاحبہ، سر پھرے ایسے ہی ہوتے ہیں شیر خان کی نظریں

مجھ پر تھیں یہ گفتگو بہ ظاہر وہ آپس میں کر رہے تھے لیکن اس گفتگو کا ایک ایک لفظ تیر بن کر میرے دل میں چبھ رہا تھا میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اب بات فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گئی تھی اب تک ان لوگوں نے میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ اگر میں نے ان کی بات نہ مانی تو آئینہ زندگی کو دھندلانے میں اب یہ زیادہ وقت نہیں لیں گے یہ بالواسطہ قتل کی دھمکی تھی اور سیٹھ اکرم جیسے سفاک لوگوں سے کوئی بعید بھی نہیں تھا وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے کچھ بھی کر سکتے تھے جب ان کے لئے اغوا اتنا آسان تھا تو قتل کون سا مشکل کام تھا۔؟

آپ کیوں خاموش ہیں اخلاق صاحب؟ اس نے اپنی گہری آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

میں کیا بولوں مس صاحبہ؟ میں نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

مس صاحبہ نہیں، میرا نام لیجئے میرا نام انجم آرا ہے اس نے دلربائی سے کہا۔

جیسی آپ خود ہیں ویسا ہی آپ کا نام ہے فرمائیے آپ مجھ سے کیا سننا چاہتی ہیں۔؟

مجھے آپ سے ہمدردی ہے میں نہیں چاہتی کہ آپ کو کوئی نقصان پہنچے اس نے کہا۔

میں خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ مجھے کوئی نقصان پہنچے میں ابھی جینا چاہتا تھا مجھے زندگی سے بہت پیار تھا لیکن دوسری طرف میں اپنے اصولوں پر سمجھوتا بھی نہیں چاہتا تھا مجھے اپنے اصول بھی بہت پیارے تھے میں نے بڑی صاف ستھری زندگی گزاری تھی اپنے رزق میں، میں نے کبھی حرام شامل ہونے نہیں دیا تھا لیکن اب زندگی نے مجھے امتحان میں ڈال دیا تھا۔

پھر میں نے کچھ سوچ کر زندگی کے سامنے سر جھکا دیا انجم آرا کا کہنا مان لیا۔

میرا جھکا ہوا سر دیکھ کر انجم آرا کسی پھول کی طرح کھل اٹھی اس کی خوشی بتا رہی تھی جیسے میں نے اپنا سر زندگی کے سامنے نہ جھکایا ہو اس کے سامنے جھکایا ہو بے وقوف۔

شام کو سیٹھ اکرم آیا۔ اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا ویری گڈ۔!

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ابھی سے گڈ کہے کا کیا فائدہ یہ تو آگے چل کر پتا چلے گا کہ گڈ یا بیڈ۔

سیٹھ اکرم کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ اس نے اب تک سمگلنگ کا کام زیادہ کیا تھا۔ سونے اور ہیروئن کی اسمگلنگ میں اسے زیادہ دلچسپی تھی بظاہر اس نے کراچی میں دو تین کاروبار کر رکھے تھے اس میں

ایکسپورٹ اور امپورٹ کے علاوہ گارمنٹ اور پلاسٹک کا کام شامل تھا

یہ سب کاروبار ٹھیک ٹھاک چل رہے تھے لیکن جب آدمی دولت کے

دام میں آجائے تو پھر کہیں کا نہیں رہتا اسے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے

ہر طرف نوٹ ہی نوٹ نظر آتے ہیں دولت کی ہوس کا کوئی اختتام نہیں

اس کا ہر اختتام ابتدا بن جاتا ہے آدمی سوچتا ہے ابھی دولت کچھ کم ہے

تھوڑی سی اور تھوڑی سی اور۔

سیٹھ اکرم بھی تھوڑی سی اور کے چکر میں سرگرداں تھا ساتھ ہی وہ یہ بھی

کہتا تھا کہ اخلاق صاحب اب میں تھک گیا ہوں دماغ ہر وقت دباؤ

میں رہتا ہے رات کو نیند نہیں آتی سو جاتا ہوں تو خوفزدہ ہو کر اٹھ جاتا

ہوں مال کے پکڑے جانے کا خوف پولیس کا خطرہ، کنگال ہونے کا

ڈر۔ اب تو میرا جی چاہتا ہے کہ ایک آخری داؤ لگاؤں اور اس ملک

سے نکل جاؤں پھر کہیں اور جا کر سکون کی زندگی گزاروں۔

وہ جب سکون کی زندگی کی بات کرتا تو مجھے اندر ہی اندر ہنسی آتی آج اس کے پاس پیسے کی کون سی کمی تھی پھر بھی اسے سکون واطمینان کی زندگی میسر نہ تھی راتوں کی نیندیں حرام تھیں آخری داؤ لگانے کے بعد اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ اسے پرسکون زندگی میسر آجائے گی۔

حرام کما کر آدمی کو کبھی سکون ملا ہے؟ لیکن اس طرح سے اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا اور اس طرح وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا، دولت کی ہوس آدمی سے اس کے حواس چھین لیتی ہے۔

جس طرح وہ آخری داؤ کے چکر میں تھا ویسے ہی میں بھی آخری داؤ کے چکر میں تھا اب کون کس کے داؤ میں آتا ہے فیصلہ تقدیر کے ہاتھ میں تھا۔

میں نے اپنا روپ بدل لیا تھا میں سیٹھ اکرم سے اب اس کے رنگ کی باتیں کرتا تھا میری باتیں سن کر وہ بہت خوش ہوتا کہتا اب آئے نا

اخلاق صاحب صحیح رنگ پر۔

ہاں سیٹھ اکرم میں واقعی غفلت کی زندگی گزار رہا تھا روتی بسوتی زندگی جی رہا تھا کیا رکھا ہے ایسی زندگی میں آدمی جیے تو شان سے جیے میں اس کی زبان بولتا۔

بہت اچھے جی خوش کر دیا، اپنی زبان میں گفتگو سن کر اس کا جی خوش ہو جاتا۔

کیا ہوا پنڈی والے مال کا۔ میں نے موضوع بدلا۔

وہ تو بہ حفاظت پہنچ گیا آپ نے ترکیب ہی ایسی بتائی پنڈی سے کراچی تک بذریعہ کار سفر کار میں دو میاں بیوی تین بچے ایک ڈرائیور گاڑی کو پولیس روک کر بھلا کیوں تلاشی لیتی اسے کیا معلوم تھا کہ بہ ظاہر شریف نظر آنے والی فیملی گاڑی میں بیس کلو ہیروئن لے جا رہی ہے بھئی اخلاق صاحب میں آپ کو مان گیا اب اگلے ٹرپ کی بات

کریں۔

اگلے ٹرپ میں ایک خاندان اسلام آباد سے کراچی آئے گا ٹرک میں گھر کا سامان ہوگا اور اسی گھر کے سامان میں ہمارا مال ہوگا ٹرک پر دو معصوم صورت آدمی ہوں گے معصوم صورتیں شرافت کی ضمانت ہوں گی گھریلو سامان سے بھرے ٹرک اور بے شریف اہل خانہ کو دیکھ کر پولیس کبھی ایسے ٹرک پر ہاتھ نہیں ڈالے گی۔

میری بتائی ہوئی ترکیب عمل کر کے دوسرا ٹرپ بھی کامیاب ثابت ہوا۔ دو ڈھائی من ہیروئن بہ آسانی اس کی تحویل میں آگئی دس پندرہ دن میں وہ لاکھوں ڈالر کا مالک بن گیا وہ بہت خوش تھا اور اس کی خوشی دیکھ کر میرے تن بدن میں آگ لگتی تھی اس نے بالواسطہ مجھے شریک جرم کرلیا تھا۔

اب اس سے میری خاصی بے تکلفی ہوگئی تھی۔

وہ میرے پاس گھنٹوں بیٹھا اپنی زندگی کی حکایات سناتا رہتا اپنے
آئندہ کے پلان بناتا رہتا اس کے بارے میں مجھے اچھی خاصی
معلومات حاصل ہوگئی تھیں۔

سب سے حیرت کی بات یہ تھی کہ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی،
اور شادی کی اسے کوئی دلچسپی بھی نہ تھی انجم آرا جیسی لڑکیاں اس کے
آس پاس رہتی تھیں پھر اسے شادی کا جھنجھٹ پالنے کی کیا ضرورت
تھی انجم آرا اس کی پرائیویٹ سیکرٹری تھی سیٹھ اکرم کے پاس کئی دفتر
تھے ظاہر ہے دفتر میں ایک سیکرٹری بھی رہی ہو گی سیٹھ اکرم اس دنیا
میں تنہا تھا والدین کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا دھر اُدھر رشتے داروں
میں پل کر جوان ہوا زندگی میں اس نے ٹھوکریں ہی ٹھوکریں کھائیں
اس نے اپنے طور پر محنت کی کچھ پڑھا لکھا اور ایک سرکاری محکمے میں
کلرک ہو گیا زندگی نے اسے ایک سبق دیا، اس نے دیکھا کہ جہاں

پیسہ تھا وہاں عزت تھی جہاں غربت تھی وہاں ذلت تھی، اس نے بہت ذلتیں اٹھائیں تب اس کے دل میں دولت پھانس بن کر چبھ گئی اس نے راتوں رات امیر بننے کی ٹھان لی حلال اور حرام کی تمیز اس نے ذہن سے جھٹک دی پھر وہ برے راستوں پر چل پڑا اور آج تک انہیں راستوں پر گامزن تھا۔

میں آہستہ آہستہ اس کے دل میں گھر کرتا جا رہا تھا اب میں ایک کمرے میں قید نہ رہا تھا اوپر کی پوری منزل میرے لئے کھول دی گئی تھی میں آزادی سے گھوم پھر سکتا تھا لیکن نیچے جانے کا راستہ اب بھی بند تھا۔

میں نے اپنے قید و بند پر کبھی اعتراض نہیں کیا تھا اب تو میں ہر وقت اس سے دولت کی باتیں کرتا تھا میں اب ایک پر تعیش زندگی گزارنا چاہتا تھا اب مجھے اپنی بیوی بری لگنے لگی تھی میں کسی انجم آرا جیسی لڑکی

سے شادی کا خواہش مند تھا میرے بتائے ہوئے آئیڈیوں پر مجھے

بھاری معاوضہ مل رہا تھا میں ان روپوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتا تو

سیٹھ اکرم میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتا۔

یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اخلاق صاحب! آپ دیکھتے جایئے آپ کے

لئے کیا کرتا ہوں آپ میرا دماغ ہیں۔

میں واقعی اس کا دماغ تھا میں نے اسے اسمگلنگ کے ایسے ایسے

طریقے بتائے تھے کہ وہ حیران ہو جاتا تھا حیرت مجھے خود اپنے آپ پر

بھی ہوئی تھی میں اگر منفی راستوں پر چل پڑوں تو اسمگلنگ کی دنیا میں

تہلکہ مچا دوں۔

سیٹھ اکرم آخری داؤ کے چکر میں تھا میرے بتائے ہوئے راستوں پر

چل کر اس نے اندرون ملک سے خاصی ہیروئن اکٹھی کر لی تھی اب

اسے بیرون ملک اسمگل کرنے کا مسئلہ درپیش تھا تب میں نے اسے

ہیروئن کی اگربتی بنانے کا مشورہ دیا۔

اس نے فوراً اس پر عمل کیا اور بڑی مقدار میں اگربتیوں کی صورت بیرون ملک ہیروئن ایکسپورٹ کر دی اور یہ مال بہ حفاظت پارٹی کے پاس پہنچ گیا۔

جب مال کی وصولیابی کا ٹیلکس سیٹھ اکرم کو ملا تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا وہ فوراً میرے پاس آیا اور اس نے آتے ہی میرے دونوں ہاتھ چوم لیے مان گئے استاد۔

ہاں وہ وقت اب زیادہ دور نہیں جب تم میری استادی کا ایک ایسا ہاتھ دیکھو گے کہ تمہارا جی خوش ہو جائے گا یہ بات میں نے اپنے دل میں سوچی۔

اس دن وہ مجھے اپنے ساتھ گھمانے لے گیا اس نے مجھے اپنے تمام کاروباری دفاتر دکھائے اپنا بنگلا دکھایا ایک فائیو سٹار ہوٹل میں مجھے

کھانا کھلایا اس کے بعد وہ مجھے ایک خفیہ جگہ لے گیا جہاں عیاشی کے تمام سامان مہیا تھے یہ ایک بڑا جوا گھر تھا۔

اس دن سیٹھ اکرم نے دل بھر کر جوا کھیلا اور میرا خیال ہے کہ چار پانچ لاکھ روپے ہارے۔ یہ چار پانچ لاکھ روپے اس نے اس انداز سے ہارے جیسے چار پانچ ہزار ہوں بعض وقت دولت کی فراوانی دولت کو کتنا ہیچ کر دیتی ہے۔

سیٹھ اکرم نے اس خفیہ جوئے گھر میں داخل ہوتے ہوئے میری جیبوں میں نوٹوں کی گڈیاں ٹھونس دی تھیں لیکن مجھے جوئے سے کوئی دلچسپی نہ تھی میں نے یہاں کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس کو بھی نہیں جس نے آدم کو جنت سے نکلوایا تھا۔

رات گئے اس نے مجھے گلشن کے بنگلے پر چھوڑا اور اگلی صبح ملاقات کا کہہ کر چلا گیا۔

صبح تک مجھے اس کے لئے ایک آخری منصوبہ اور تیار کرنا تھا۔

وہ ایک ایسے ملک میں ہیروئن اسمگل کرنا چاہتا تھا جہاں ہیروئن کی قیمت سب سے زیادہ تھی میں رات بھر اس پلان پر غور کرتا رہا آخر میں کسی نتیجے پر پہنچ ہی گیا۔

صبح کو جب وہ مجھ سے ملنے آیا تو میں نے اس کے سامنے منصوبہ رکھا میرا منصوبہ سن کر وہ حسب معمول خوش ہوا اور یوں خوبصورت پیکنگ میں ہیروئن کو چاکلیٹ کے روپ میں اسمگل کر دیا گیا۔

جب تک وہاں سے مال کے بہ حفاظت پہنچنے کی اطلاع نہیں آ گئی سیٹھ اکرم فکر مند اور بے چین گھومتا رہا کئی مرتبہ وہ میرے پاس بھی آیا۔

کیا ہو گا؟ پریشانی اس کے چہرے سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔

کچھ نہیں ہو گا مال بہ حفاظت پہنچ جائے گا۔

اور پھر ہوا بھی یہی مال کے بہ حفاظت پہنچ جانے کی جیسے ہی اطلاع

سیٹھ اکرم کو ملی وہ خوشی سے رقص کر اٹھا بھاگ کر میرے پاس آیا اور مجھ سے لپٹ گئے خوشی کے مارے اس کے منہ سے لفظ بھی ٹھیک طرح نہیں نکل رہے تھے۔

اس کا آخری داؤ کامیاب رہا اب وہ کروڑوں ڈالر کا مالک ہو گیا تھا۔ وہ مجھے اپنا دماغ کہتا تھا بھی واقعی اس کا دماغ۔ میرے بتائے ہوئے منصوبوں پر عمل کر کے اس نے بے شمار کامیابیاں حاصل کی تھیں لیکن اب میرا کام ختم ہو چکا تھا۔

اس نے بہت کچھ کما لیا تھا اتنا کہ وہ پوری زندگی شہزادوں کی طرح گزار سکتا تھا اس کی دولت کئی ملکوں میں جمع تھی اب صرف دولت کو سمیٹ کر کسی پسندیدہ ملک میں رہائش پذیر ہو جانا تھا، بس اتنا ہی کام باقی رہ گیا تھا اور یہ کام اب اسی کے کرنے کا تھا۔

البتہ ایک کام ضرور ایسا تھا جو میرے کرنے کا تھا جس طرح اس نے

اپنے آخری داؤ میں کامیابی حاصل کرلی تھی ویسے ہی مجھے بھی اب

ایک آخری داؤ لگانا تھا اور کامیابی حاصل کرنا تھی۔

اس نے ملک چھوڑتے ہوئے اپنے وعدے کے مطابق مجھے بڑے

انعام واکرام سے نوازا۔ اس نے اس شہر میں موجود تمام کاروبار

میرے سپرد کر دیا گلشن کا یہ بنگلہ جہاں مجھے قید رکھا گیا تھا اس نے مجھے

سونپ دیا اسمگلنگ کا کام جاری رکھنے کے لئے اس نے اندرون

ملک تمام پارٹیوں کے پتے ٹھکانوں سے مجھے آگاہ کر دیا۔

سب سے پہلے اس نے دبئی جانا تھا وہاں سے پیسے سمیٹ کر لندن اور

پھر پیرس۔ میں اس کے ملک چھوڑنے کی وجہ سے بہ ظاہر بہت رنجیدہ

تھا اس اثناء میں اس سے اچھی خاصی دوستی ہوگئی تھی وہ مجھ پر بہت

اعتماد کرتا تھا اس نے اس شہر کا راج پاٹ میرے حوالے کر دیا تھا میں

اس کی ان نوازشات سے اس کا بہت احسان مند تھا۔

سیٹھ اکرم! میں چاہتا ہوں آپ کے ساتھ دبئی چلوں جب آپ وہاں سے لندن جائیں گے تو میں واپس لوٹ آؤں گا اس طرح کچھ دن اور آپ کا ساتھ رہے گا ورنہ اب کے بچھڑے پھر جانے کب ملیں؟ میں نے بھیگی آنکھوں سے کہا۔

ہاں ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ چلیں وہاں میں آپ کو ایک پارٹی سے بھی ملا دوں گا یہ ملک میں ضرور چھوڑ رہا ہوں لیکن آپ مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے مجھ سے رابطہ رکھنا جب بھی میری ضرورت محسوس ہو مجھے لکھ دینا میں آپ کو پیرس بلا لوں گا اس نے کہا۔

اس طرح خلوص دکھا کر میں نے اس کے ساتھ دبئی جانے کا پروگرام بنالیا۔

اگرچہ اب مجھ پر قید و بند کی پابندی نہ رہی تھی لیکن میں نے قید سے آزاد ہونے کے باوجود اپنا پنجرہ نہ چھوڑا تھا میں نے خود کو اس

پرندے کی طرح ظاہر کیا تھا جو قید کا اتنا عادی ہو جاتا ہے کہ کھلا پنجرہ دیکھ کر بھی دروازے سے منہ موڑ لیتا ہے گویا میں نے وفا شعاری کی بلندیوں کو چھو لیا تھا۔

دبئی جانے کے لئے جب پاسپورٹ کی ضرورت پڑی تو میں نے خط لکھ کر اپنے گھر سے پاسپورٹ منگوا لیا اور خط کے آخر میں ایک جملہ لکھا۔ فکر نہ کرنا۔ اچھے دن دور نہیں ہیں۔

میری ان باتوں سے سیٹھ اکرم بہت متاثر کیا وہ مجھ پر اندھا اعتماد کرنے لگا تھا اس کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی کہ میں اس کے رنگ میں رنگ گیا ہوں پکا مجرم بن گیا ہوں۔

اس دن سہ پہر کو جب میں نے اپنے گھر کی گھنٹی پر ہاتھ رکھا تو مجھے اس گھر سے جدا ہوئے پورے تین ماہ ہو چکے تھے نوے دن سے میں نے اپنی بیوی پروین کی شکل نہیں دیکھی تھی مجھے اپنی بیوی سے بہت محبت

تھی اس محبت کا ایک ثبوت تو یہ تھا کہ اولاد نہ ہونے کے باوجود میں

نے اسے نہیں چھوڑا تھا جب کہ یہ بات پروین بھی جانتی تھی اور میں

بھی واقف تھا کہ اولاد سے محرومی میں قصوروار وہ خود ہے لیکن اس کی

اس معذوری سے میں نے کبھی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کی تھی

میرے پاس کون سی جائیداد رکھی تھی کون سے خزانے گڑھے ہوئے

تھے جو میں وارث کے لئے پریشان ہوتا۔

ایک منٹ کے بعد جب دروازہ کھلا تو میرے سامنے پروین کھڑی تھی

اس نے مجھے یوں اچانک دروازے پر پایا تو اپنے جذبات پر قابو نہ

پا سکی اس کی آنکھیں بھر آئیں اس نے اپنے دوپٹے کا گولا سا بنا کر

اپنے سینے کو دبا لیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

یہ تم ہو اخلاق؟

ہاں یہ میں ہوں پروین۔ میں نے شگفتہ لہجے میں کہا

تم کہاں چلے گئے تھے؟اس کی آنکھوں میں ٹپاٹپ آنسو گر رہے تھے

میں دبئی چلا گیا تھامیں نے زینہ چڑھتے ہوئے کہا آؤاوپر آؤ۔

گھر آکر مجھے عجیب ساسکون ملا تھا۔

اپنا گھر اپنا ہوتا ہے حالانکہ ان تین ماہ میں میں نے بڑی پر آسائش

زندگی گزاری تھی خوبصورت رہائش گاہ کے ساتھ مجھے ہر وہ چیز میسر تھی

جس کی مجھے خواہش تھی اس کے باوجود اپنے گھر آکر ایسا لگا جیسے میں

کسی جنگل میں زندگی گزار کر آرہاہوں میں نے گھر کا ایک ایک گوشہ

ایک ایک کونا دیکھ ڈالا گھر کی ہر چیز جیسے مجھے دیکھتی ہوئی محسوس ہوئی

جیسے پوچھتی ہو کہاں رہے اتنے دن؟

میں نے بیڈروم میں آکر ایک گہرا اور ٹھنڈا سانس لیا پھر میں بیڈ پر

لیٹ گیا اور پرسکون انداز میں آنکھیں بند کرلیں۔

وہ کون لوگ تھے تمہیں کیوں اغوا کیا گیا تھا یہ کیسا اغوا تھا۔؟

یہ دنیا کا سب سے انوکھا اغوا تھا اس اغوا میں اغوا کنندگان نے تاوان لینے کے بجائے تاوان ادا کیا وہ پچاس ہزار روپے تو تم نے خرچ کر لیے ہوں گے؟ میں نے آنکھیں بند کیے کیے پوچھا۔
تم نے مجھے ایسا سمجھا ہے اخلاق! ہائے! تم مجھے کبھی نہیں سمجھ پاؤ گے ان پیسوں میں سے میں نے ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کیا، وہ بہ حفاظت میرے پاس موجود ہیں۔

مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی میں نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا۔
تم دبئی کیوں گئے تھے؟ اس نے مجھے مشکوک انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جیسے گئے تھے ویسے ہی آئے ہو......... یا وہاں سے کچھ بن کر آئے ہو۔

وہاں سے میں بہت کچھ بن کر آیا ہوں یوں سمجھو کہ میں نوے دن میں کروڑ پتی بن گیا ہوں میں نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے اسے بتایا اب

میں بقول تمہارے کنگال مصنف نہیں رہا۔

پھر میں نے اپنی کمر کے پیچھے تکیہ رکھ کر ٹیک لگالی اور پروین سے چائے بنانے کو کہا۔ جب وہ چائے بنا کر لے آئی تو میں نے اسے نوے دن کی روداد سنانی شروع کی جیسے جیسے میری سرگزشت آگے بڑھتی جاتی وہ حیران ہو ہو کر مجھے دیکھتی جاتی۔

جب میری روداد ختم ہوئی تو اس نے عجیب انداز میں خوش ہو کر کہا۔

ہائے اتنا کچھ تمہارے نام کر گیا سیٹھ اکرم تم اس دولت کا کیا کرو گے؟

یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا مجھے فوری طور پر کوئی جواب دینا تھا۔

میں نے گھر سے نکل کر ایک قریب پبلک بوتھ سے شیر خان کو ٹیلی فون کیا میں ساڑھے سات بجے بنگلے پر پہنچوں گا سلامت خان، عاشق حسین، اور انجم آرا کو جہاں بھی وہ ہوں اکٹھا کرو۔

شیر خان نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا جی سر۔ میں نے رسیور کریڈل

پر رکھتے ہوئے چشم تصور سے شیر خان کا پسینے میں تر چہرہ دیکھا میرے اس حکم کے بعد جانے اس نے کتنی بار اپنے چہرے کا پسینہ صاف کیا ہو گا۔

میں ٹھیک ساڑھے سات بجے گلشن والے بنگلے میں پہنچ گیا میں جب ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو سب لوگ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے میں نے انھیں بیٹھنے کو کہا ان سب کے چہروں پر کچھ الجھن سی تھی وہ نہیں جانتے تھے کہ میں نے انھیں کیا کہنے کے لئے بلایا ہے اس وقت۔

جب میں نے انھیں یہاں بلانے کا مقصد بتایا تو ان کے چہروں پر خوشیاں رقص کرنے لگیں ان کا بس چلتا تو میرے قدموں میں گر پڑتے ایسی ہی بات کہی تھی میں نے۔

میں نے سلامت خان کو گارمنٹ فیکٹری، عاشق حسین کو پلاسٹک

فیکٹری بخش دی تھی اور انجم آرا کو یہ گلشن والا بنگلا مع سامان دے دیا
اور شیر خان کے حوالے وہ نقد رقم کر دی جو سیٹھ اکرم مجھے بطور معاوضہ
دیتا رہا تھا یہ رقم آٹھ دس لاکھ سے کسی طرح کم نہیں تھی۔
یہ سب دے کر میں نے ان سے حلف لیا کہ آئندہ وہ کسی غیر قانونی
کاروبار میں ملوث نہیں ہوں گے انہوں نے صدق دل سے حلف
اٹھایا۔

پھر جب رات کو نو بجے میں اپنے گھر پہنچا تو حسب سابق بقول اپنی
بیوی کنگال مصنف تھا اس مادہ پرست زمانے میں ممکن ہے یہ بات
لوگوں کو کچھ عجیب سی لگے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر زمانے میں کچھ
میرے جیسے بے وقوف ضرور پائے جاتے ہیں۔
میں انہی بے وقوفوں میں سے ایک تھا جو ناجائز کمائی کے ڈھیروں پر
ہمیشہ لات مار دیتے ہیں اور اس بات کی کبھی پروا نہیں کرتے کہ لوگ

کیا کہیں گے۔

گھر آ کر میں نے پروین کو بتایا کہ میں دولت کو کس طرح ٹھکانے لگا آیا ہوں میرا جواب سن کر پروین نے سر پیٹ لیا تم کبھی نہیں سدھرو گے اخلاق! کم از کم وہ پچاس ہزار روپے تو رہنے دیتے۔

پروین ہمیں اب کراچی چھوڑ دینا ہے میں نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے اپنی بات کہی۔

وہ کیوں؟ وہ حیران رہ گئی۔

تم نہیں جانتیں؟ میں نے سوال کیا ہاں تم کہاں جانتی ہو گی خود ہی جواب دیا میں نے تمہیں سیٹھ اکرم کا انجام تو بتایا ہی نہیں۔

سیٹھ اکرم کا انجام تو مجھے معلوم ہے وہ اربوں روپیہ لے کر نکل گیا اب ساری زندگی عیش کرے گا اس نے چمکتی آنکھوں سے کہا۔

عیش تو وہ اس وقت کرے گا جب جیل سے چھوٹے گا میں نے تیر

چھوڑا۔

کیا وہ پکڑا گیا اس نے پوچھا۔؟

ہاں وہ پکڑا گیا اور اسے میں نے گرفتار کروایا، میں نے انکشاف کیا۔

تم نے! وہ کیسے؟ وہ حیران رہ گئی۔

کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ پورا ہاتھی نکل جاتا ہے پر اس کی دم اٹک جاتی ہے سیٹھ اکرم کے ساتھ بھی کچھ اسی طرح کا معاملہ ہوا وہ اپنی کامیاب منصوبہ بندی پر بہت خوش تھا اور آگے کے خواب دیکھ رہا تھا لیکن وہ خواب میں نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈلوا کر چکنا چور کر دیئے سیٹھ اکرم نے اب تک جانے کتنے من ہیروئن ادھر سے ادھر کر دی تھی اور اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ پایا تھا لیکن جب اس کا مقدر بگڑنے پر آیا تو محض پچاس گرام ہیروئن نے اس کا سنہرا مستقبل ستیاناس کر دیا یعنی ہاتھی کو چیونٹی نے بچھاڑ دیا، میں نے ہنس کر کہا۔

لیکن یہ سب ہوا کیسے؟ وہ اب بھی حیران تھی۔

یہ سب ہوا ایسے کہ ایئر پورٹ کسٹم پر اس کے سگریٹ کے پیکٹ سے ہیروئن کی ایک چھوٹی سی تھیلی برآمد ہوگئی ہاں بیچ میں ٹوکومت میں بتاتا ہوں سیٹھ اکرم کی ایک عادت تھی کہ وہ سگریٹ کا پیکٹ ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا تم جانتی ہو کہ میں سگریٹ نہیں پیتا لیکن سیٹھ اکرم اصرار کر کے مجھے ایک دو سگریٹ ضرور پلا دیا کرتا تھا ہیروئن حاصل کرنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا اس بنگلے کے تہ خانے میں ہیروئن کا پورا گودام موجود تھا یہ ہیروئن میں نے اسی برانڈ کے سگریٹ کے پیکٹ میں رکھ لی جو وہ پیتا تھا اس پیکٹ میں چند سگریٹ بھی تھے سامان کا انتظار کرتے ہوئے میں نے اس سے سگریٹ مانگا، اس نے فوراً پیکٹ میرے حوالے کر دیا میں نے سگریٹ نکال کر اس کا پیکٹ اپنے کوٹ کی جیب میں ڈالا اور جیب سے دوسرا پیکٹ نکال کر اس

کے حوالے کر دیا اس نے مجھ سے پیکٹ لے کر اپنے ہاتھ میں دبا لیا
اس کی نظریں آتے ہوئے سامان پر تھیں سامان ہمارے پاس کوئی
خاص نہ تھا بس ایک سوٹ کیس اور ایک ایک بریف کیس تھا کاؤنٹر پر
اس نے اپنا سامان رکھ کر پورے اطمینان سے سگریٹ کا پیکٹ کھولا
سگریٹ نکالتے نکالتے جیسے اسے سانپ سونگھ گیا اس نے پیکٹ میں
ہیروئن کی رکھی ہوئی تھیلی دیکھ لی تھی اس نے سگریٹ نکالے بغیر پیکٹ
بند کیا اور خاموشی سے فرش پر پھینک دیا سگریٹ کا پیکٹ فرش پر پھینکتے
ہی ایک سیکورٹی افسر نے اسے آدبوچا اب فرار کے تمام راستے بند ہو
چکے تھے موت کا سوداگر نہ جانے کب سے معصوم لوگوں میں موت
تقسیم کر رہا تھا، آج خود ہی اس موت کا شکار ہو گیا تھا سگریٹ کے
پیکٹ سے تو ہیروئن برآمد ہوئی ہی تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ اس کے
بریف کیس میں کچھ ایسے خفیہ کاغذات تھے جن کا باریک بینی سے

مطالعہ کرنے پر اسے ایک بین الاقوامی اسمگلر ثابت کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔

تم بھی عجیب آدمی ہو اسے گرفتار کروانے کے لئے خواہ مخواہ دبئی کا سفر کیا یہ کام تو تم اپنے ملک میں بھی کروا سکتے تھے جب کہ وہ تمہارا دوست بن گیا تھا اور تمہارے پاس اس کے خلاف ٹھوس ثبوت مہیا تھے۔

اس کی یہ بات سن کر میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور بہت دیر تک ہنستا رہا یہاں تک کہ ہنستے ہنستے میری آنکھوں میں آنسو آگئے تب میں نے اپنی آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا اپنے ملک میں اسے کون پکڑتا یہاں تو رشوت لینے والا بھی رشوت دے کر چھوٹ جاتا ہے میں اگر سارے ثبوت یہاں کی پولیس کو فراہم کر دیتا تو بھی وہ نہ پکڑا جاتا البتہ اس کے گروہ کے دو چار لوگ ضرور

پکڑے جاتے اور ہوسکتا ہے انہی پکڑے جانے والوں میں میں بھی ہوتا، اب تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں نے دبئی تک کا سفر اس کے ساتھ کیوں کیا وہاں کے قوانین بہت سخت ہیں قوانین کے ساتھ قانون کے محافظ بھی سخت ہیں۔ اب وہ وہاں سے کبھی نہ آ سکے گا اور اتفاق سے وہاں سے واپس آ گیا تو یہاں آ کر وہ سب سے پہلے مجھے تلاش کرے گا لہٰذا ہمیں فوراً یہاں سے چلے جانا چاہیے۔

لیکن ہم جائیں گے کہاں؟ پروین نے فکر مند ہو کر کہا۔

اس مسئلہ کا حل بھی بالآخر مجھے نکالنا پڑا۔

میرے ایک ہم زلف اندرون سندھ ایک گوٹھ میں آباد تھے چھوٹے موٹے زمیندار تھے میں نے ادھر کا رخ کیا وہ ہم دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ہم ہنگاموں بھرے شہر کو مستقل چھوڑ کر آئے ہیں تو مزید خوش ہوئے۔

ایک مثل مشہور ہے کہ اگر کوئی غم نہ ہو تو وہ بکری پال لے۔ میری ننھی جان کو کیونکہ خاصے غم لگے ہوئے تھے لہٰذا میں نے بکری کو چھوڑ کر مرغیاں پال لیں اور اس میں خاصا کامیاب رہا میرے سارے غم دور ہو گئے۔

اب میں نے کہانیاں لکھنے سے توبہ کر لی ہے مرغیوں کے ساتھ بڑی پر سکون زندگی گزار رہا ہوں لیکن سیٹھ اکرم کے ساتھ گزارے ہوئے وہ نوے دن اب بھی مجھے یاد آ جاتے ہیں تو میں خوفزدہ ہو جاتا ہوں